اس طرح امام زفر رحمہ اللہ کا ارشاد ہے،

ما خالفت ابا حنيفة في قول الا و قد كان ابو حنيفة يقول به۔

''میں نے کسی قول میں امام ابوحنیفہ کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ وہ بھی امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی کا ایک قول ہوتا تھا''۔(الجواھر المضیہ ،ج۱:۲۴۴)

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا فقہی مجموعہ جو کتب فقہ ابی حنفیہ کے نام سے موسوم ہے، اسکی تفصیل حسبِ ذیل ہے، اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔

1۔کتب ظاہر الروایۃ: اس میں چھ کتابیں ہیں۔جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، السیر الصغیر، السیر الکبیر۔

امام ابوالفضل محمد بن احمد مروزی رحمہ اللہ نے ظاہر الروایۃ کی تمام کتب کے مسائل پر مشتمل ایک کتاب ''کافی'' لکھی۔امام سرخسی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تمیں (۳۰) جلدوں میں شرح لکھی جو ''مبسوط'' کے نام سے مشہور ہے۔

2۔کتب نوادر:

کتب ظاہر الروایۃ کے علاوہ جو دیگر کتب امام محمد رحمہ اللہ نے تصنیف فرمائیں انہیں نوادرات کہتے ہیں۔ اسمیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات، امالی امام محمد، نوادر ابن رستم وغیرہ شامل ہیں۔ انکے علاوہ حدیث وفقہ میں امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی دوسری کتب مثلاً کتاب الحج، کتاب الآثار، کتاب الخراج، اختلاف ابی حنفیہ وابن ابی لیلیٰ، الرد علی سیر الاوزاعی اور موطا امام محمد وغیرہ پر بھی کتب نوادر کا اطلاق ہوتا ہے۔

تصانیفِ امامِ اعظم:

صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانے میں کتابیں لکھنے کا باقاعدہ رواج نہیں تھا۔لوگ اپنے حافظے اور یادداشت پر اعتماد کرتے۔دوسری صدی ہجری میں تصنیف وتالیف کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔امام اعظم رضی اللہ عنہ نے تدوینِ فقہ کے لیے کوفہ میں مجلسِ فقہ قائم کی جس میں آپ اپنے شاگردوں کو احادیث اور فقہ کا املا کراتے تھے۔

اس علمی ذخیرہ کو آپکے تلامذہ نے اپنے اپنے حلقوں میں بیان کیا اس طرح یہ روایات انہی کی طرف منسوب ہوگئیں۔گویا آپ کے تلامذہ کی طرف منسوب تصانیف درحقیقت امام اعظم ہی کی تصانیف ہیں۔

انکے علاوہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تصانیف کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے:۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نہایت معروف تصنیف ''فقہ اکبر'' ہے جو کہ اہلسنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے۔اسکی متعدد شرحیں لکھی گئیں جن میں محدث علی قاری رحمہ اللہ کی شرح سب سے زیادہ مقبول ہے۔اسکے علاوہ آپ کی دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں:

کتاب السیر۔الکتاب الاوسط۔الفقہ الابسط۔کتاب الرد علی القدریہ۔العالم والمتعلم۔کتاب الرائ۔رسالۃ الامام ابی عثمان التیمی فی الارجاء۔کتاب اختلاف الصحابہ۔کتاب الجامع۔مکتوب وصایا۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث پر مشتمل کئی کتب تھیں جنہیں امام محمد بن محمود خوارزمی رحمہ اللہ نے یکجا جمع کردیا ہے۔مقدمے میں انہوں نے ان سب کو جمع کرنے کا سبب یہ لکھا، کہ بعض جاہلوں نے شام میں یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابوحنفیہ رضی اللہ عنہ کو حدیث میں زیادہ دخل نہیں اسی وجہ سے حدیث میں انکی کوئی تصنیف نہیں۔اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ان تمام مسانید کو جو علماء نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کی احادیث سے جمع کیے تھے، اکٹھا کردیا۔انکی تفصیل یہ ہے:

۱۔ مسند حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری۔

۲۔ مسند امام ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد۔

۳۔ مسند حافظ ابوالحسن محمد بن المظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ۔

۴۔ مسند حافظ ابونعیم الاصبہانی۔

۵۔ مسند شیخ ابوبکر محمد بن عبدالباقی محمد الانصاری۔

۶۔ مسند امام ابواحمد عبداللہ بن بن عدی الجرجانی۔

۷۔ مسند امام حافظ عمر بن حسن الاشنانی۔

۸۔ مسند ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعی۔

۹۔ مسند امام قاضی ابو یوسف یعقوب۔

۱۰۔ مسند امام محمد بن حسن الشیبانی۔ ۱۱۔ مسند امام حماد بن امام ابوحنیفہ۔

۱۲۔ آثار امام محمد بن حسن۔ ۱۳۔ مسند امام عبداللہ بن ابی العوام۔

امام خوارزمی رحمہ اللہ نے اپنی جامع المسانید میں ان مسانید کو جمع کیا ہے اور انکی اکابر محدثین تک اسناد بھی بیان کردی ہیں۔

انکے علاوہ اور بھی مسانید ہیں مثلاً:۔

۱۴۔ مسند حافظ ابوعبداللہ حسنین بن محمد بن خسرو بلخی۔

۱۵۔ مسند امام حصکفی، محدث علی قاری رحمہ اللہ نے اس کی شرح لکھی ہے۔

۱۶۔ مسند امام ماوردی۔

۱۷۔ مسند ابن البزازی، ان دونوں کی بھی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

علامہ کوثری مصری رحمہ اللہ نے ''تانیب الخطیب'' میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے جن کی سندیں متصل ہیں۔حافظِ حدیث محمد بن یوسف صالحی شافعی رحمہ اللہ نے ''عقود الجمان'' میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی سترہ مسانید کا سلسلۂ روایت بالاتصال مسانید کے جامعین تک بیان کیا ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے مناقب الامام الاعظم میں کہا، ''امام اعظم رضی اللہ عنہ سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی جماعت نے حدیث کی روایت کی ہے کہ جن کا شمار نہیں''۔علامہ مزنی رحمہ اللہ نے تہذیب الاکمال میں ایک سو کے لگ بھگ ایسے کبار محدثین کو شمار کیا ہے۔جامع المسانید دیکھیں تو سینکڑوں محدثین کی امام صاحب سے روایات مذکور ہیں جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث ہیں جو ائمہ ستہ اور انکے بعد کے دوسرے محدثین کے شیوخ واساتذہ بواسطہ یا بلاواسطہ ہیں۔

ان مسانید کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے براہ راست صحابہ کرام سے سنی ہیں اور ثلاثیات تو اکثر ہیں جن میں امام اعظم رضی اللہ عنہ اور حضور ﷺ تک درمیان میں صرف تین راوی ہیں۔

(مقدمہ نزھۃ القاری:۱۸۵)

☆☆☆☆

باب چہاردہم(14)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذہ:

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن حضرات نے امام اعظم رضی اللہ عنہ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا ان کا شمار ناممکن ہے۔بعض ائمہ کا قول ہے کہ کسی کے اتنے اصحاب اور شاگرد نہیں ہوئے جتنے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہوئے اور علماء اور عوام کو کسی سے اسقدر فیض نہ پہنچا جتنا کہ امامِ اعظم اور انکے اصحاب سے مشتبہ احادیث کی تفسیر، اخذ کردہ مسائل، جدید پیش آنے والے مسائل اور قضا واحکام میں فائدہ پہنچا۔خدا ان حضرات کو جزائے خیر دے۔بعض متاخر محدثین نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں انکے شاگردوں کی تعداد تقریباً آٹھ سو لکھی ہے اور انکے نام ونسب بھی لکھے ہیں۔طوالت کے خوف سے ہم اسے حذف کرتے ہیں۔(الخیرات الحسان:۸۴)

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 1/18

حافظ ابوالمحاسن شافعی رحمہ اللہ نے ۹۱۸ لوگوں کے نام بقید نام ونسب لکھے ہیں جو امام صاحب کے حلقۂ درس سے مستفید ہوئے۔(سیرۃ النعمان:۳۱۹)
اب امام اعظم رضی اللہ عنہ کے چند مشہور شاگردوں کے مختصر احوال تحریر کیے جارہے ہیں، بعدازاں آپ کے اُن چالیس مشہور شاگردوں کی فہرست تحریر کی جائے گی جنہوں نے تدوینِ فقہ کے کام میں حصہ لیا تھا۔

1۔ امام ابو یوسف:

آپ کا نام یعقوب اور کنیت ابو یوسف رضی اللہ عنہ ہے۔۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔آپ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی بصیرت وفراست سے آپ کی پیشانی پر علم وفضل کے آثار دیکھے اور پھر آپکے علم حاصل کرنے کا شوق ملاحظہ کیا تو آپ کے اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔آپ نے علم فقہ وحدیث امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا نیز اس زمانے میں کئی اکابر محدثین سے بھی استفادہ کیا۔
امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ قاضی، فقیہ، عالم اور حدیث کے حافظ تھے۔حدیث حفظ کرنے میں مشہور تھے۔آپ پچاس ساٹھ حدیثیں سنتے اور پھر کھڑے ہوکر دوسروں کو لکھوادیتے تھے۔آپ کثیر الحدیث تھے۔آپ تین عباسی خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس کے عہدے پر فائض رہے۔(سوانح بے بہائے امام اعظم:۱۵۱)
امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے"میرے شاگردوں میں جس نے سب سے زیادہ علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں"۔آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے بیس کتابوں کے نام علامہ ابوالحسن زید فاروقی رحمہ اللہ نے تحریر کیے ہیں۔(ایضاً:۱۵۲)
علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے امام ابو یوسف کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے جبکہ جرح وتعدیل کے نامور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے آپ کو"صاحبِ حدیث وصاحبِ سُنۃ"فرمایا ہے۔(تذکرۃ الحفاظ) شیخ ابوزہرہ مصری رحمہ اللہ کے بقول امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب میں سب سے بڑے حافظِ حدیث تھے۔آپ نے چالیس گرانقدر کتب تصنیف کیں۔(حیات ابوحنیفہ:۳۵۱)
ایک موقع پر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص شاگردوں کے متعلق فرمایا،
"یہ میرے ۳۶ اصحاب ہیں جن میں سے ۲۸ میں قاضی بننے کی پوری اہلیت ہے اور چھ افراد میں فتویٰ دینے کی صلاحیت ہے جبکہ میرے دو شاگرد امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ اور امام زُفر رضی اللہ عنہ یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ قاضیوں اور مفتیوں کو مہذب اور مؤدب بنائیں"۔(حیات امام ابوحنیفہ:۳۵۱)
امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، جب کسی مسئلہ میں یہ تین حضرات متفق ہوں تو انکی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔پوچھا گیا، وہ تین حضرات کون ہیں؟ فرمایا، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد ابن الحسن۔امام ابوحنیفہ قیاس میں بہت بصیرت رکھتے ہیں، امام ابو یوسف آثار پر وسیع نظر رکھتے ہیں اور امام محمد عربیت میں تمام لوگوں سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں (رضی اللہ عنہم)"۔(تقدیم موطا امام محمد:۲۸)
امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد کے اساتذہ امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین نیز امام بخاری کے شیخ علی بن مدینی یہ تینوں امام ابو یوسف ہی کے مشہور شاگرد ہیں۔رحمہم اللہ تعالیٰ (مناقب للموفق:۵۰۴) آپ کا وصال ۱۸۲ھ میں ہوا۔

2۔ امام محمد بن حسن:

امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ ۱۳۲ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔آپ کو علم حاصل کرنے کا شوق اس قدر تھا کہ والد کی میراث سے آپکو تیس ہزار درہم ملے۔نصف رقم علم نحو، لغت اور ادب وغیرہ کی تحصیل پر خرچ کی اور بقایا نصف حدیث وفقہ کا علم حاصل کرنے میں خرچ کیے۔رب تعالیٰ نے آپ کو خاص صلاحیتوں سے نوازا تھا اسی بناء پر آپ نے صرف ایک ہفتہ میں قرآن کریم حفظ کرلیا۔(تقدیم موطا امام محمد:۱۷)
گمان یہ ہے کہ علم نحو اور عربی زبان وادب میں مہارت کے باعث آپ کو امام اعظم نے کم عمری ہی میں اپنی مجلس کا رکن بنالیا تھا۔بعدازاں آپ نے دو سال تک امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے درس لیا پھر ان کے وصال کے بعد امام ابو یوسف، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے اکتسابِ فیض کیا۔اس طرح آپ کم عمری ہی میں عالم وفقیہ بن گئے۔امام اعظم کے پوتے اسماعیل بن حماد کی روایت کے مطابق، امام محمد کا حلقۂ درس کوفہ میں قائم ہوچکا تھا حالانکہ اس وقت وہ صرف بیس برس کے تھے۔(مناقب للکردری، ج۲:۱۵۰)

آپ کے تلامذہ بیشمار ہیں جن میں امام شافعی، ابوحفص کبیر، محمد بن سماعہ، خلف بن ایوب، قاسم بن سلام، عیسیٰ بن ابان رحمہم اللہ تعالیٰ زیادہ مشہور ہیں۔
آپ نے نوسو سے زیادہ دینی کتب تصنیف فرمائیں۔آپ نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی والدہ سے نکاح کرلیا تھا۔(اولیاء رجال الحدیث:۲۳۱)
آپ ہی نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی دینی تربیت فرمائی جس کے باعث امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ"علمِ فقہ میں مجھ پر سب سے بڑا احسان امام محمد رحمہ اللہ کا ہے"۔
ایک اور ارشاد ہے،"میں نے ان سے زیادہ فصیح کوئی نہیں پایا، وہ جب گفتگو فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا قرآن انہی کی لغت میں نازل ہوا ہے"۔(تاریخ بغداد ج۲:۱۷۵)
امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مشہور قول ہے کہ"میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی قرآن مجید کا عالم نہیں دیکھا"۔(الجواہر المضیہ) ابراھیم حربی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ آپ ایسے دقیق مسائل کہاں سے بیان فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا، یہ سب امام محمد رضی اللہ عنہ کی کتابوں کا فیض ہے۔(تاریخ بغداد، ج۲:۱۷۷)
خلیفہ ہارون رشید نے آپکو"رقہ"کا قاضی مقرر کیا۔آپ قاضی مقرر ہوئے اور کچھ مدت بعد بغداد چلے گئے۔۱۸۹ھ میں وصال ہوا۔
ایک بار خلیفہ کے دربار میں بیٹھے تھے کہ خلیفہ کی آمد ہوئی سب لوگ کھڑے ہوگئے، لیکن آپ کھڑے نہ ہوئے۔خلیفہ نے آپ کو خلوت میں بلا کر سبب پوچھا، تو آپ نے فرمایا، آپ نے مجھے علماء کی صف میں شامل کیا ہے اسلیے میں نے آپ کے خادموں کی صف میں شامل ہونا پسند نہ کیا۔(سوانح:۱۶۶)

3۔ امام زفر بن ہذیل:

آپ ۱۱۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بہت محبوب ومعتمد شاگرد ہیں۔امام صاحب کی مجلس میں سب سے آگے بیٹھتے اور امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہر موقع پر آپکی تعظیم اور مدح وثنا فرماتے۔آپ کو حدیث میں امامت اور فقہ میں اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔امام اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں چار لوگ فقہ کے ایسے حافظ تھے جیسے قرآن کے حافظ ہوا کرتے ہیں۔زفر، ابو یوسف، اسد بن عمرو، علی بن مسہر۔رحمہم اللہ تعالیٰ
(اخبار ابی حنیفہ:۶۶)
جرح وتعدیل کے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا قول ہے، زفر صاحب الرای ثقۃ مامون۔امام زفر نے فقہ کی تحصیل سے پہلے اپنے دور کے نامور تابعین سے علم حدیث حاصل کیا اور اس میں اس قدر کمال حاصل کیا کہ لوگ آپ کو"صاحبُ الحدیث" کہتے اور آپکے پاس اکتسابِ علم کے لیے آتے۔بعدازاں آپ نے امام اعظم سے فقہ کا علم حاصل کیا۔امام زفر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہر تربیت یافتہ شاگرد امت کا فقیہ ہے۔(مناقب للموفق:۳۹۵)
ایک شخص امام مزنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دریافت کیا، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آپکی کیا رائے ہے؟ فرمایا، اہلِ عراق کے سردار، پھر پوچھا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے متعلق کیا رائے ہے؟ فرمایا، وہ سب سے زیادہ حدیث کا اتباع کرنے والے ہیں۔
اس نے پھر پوچھا، امام محمد رحمہ اللہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا، وہ تعریفات میں سب پر فائق ہیں۔وہ بولا، امام زفر رحمہ اللہ کے متعلق فرمایئے۔فرمایا، وہ قیاس واجتہاد میں سب سے زیادہ تیز ہیں"۔(حیاتِ امام ابوحنیفہ:۴۸۴)
امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح پڑھایا تو خطبہ کے دوران فرمایا،"اے حاضرین! یہ زفر ہیں جو مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام اور شرافت وعلمیت کے لحاظ سے مسلمانوں کی عظمت کا ایک نشان ہیں"۔
امام زفر رضی اللہ عنہ زہد وتقویٰ میں بھی بے مثال تھے۔دو مرتبہ حکومت نے آپکو قاضی بننے پر مجبور کیا مگر دونوں مرتبہ آپ نے اپنے استاد امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح انکار کردیا اور گھر چھوڑ کر روپوش ہوگئے۔غصہ کے باعث دونوں بار حکومت نے آپ کا مکان گرادیا۔چنانچہ آپ کو دو مرتبہ اپنا مکان تعمیر کرنا پڑا۔

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 2/18

علوم القرآن، معرفتِ حدیث اورفنِ رجال کے علاوہ قیاس واستنباط میں آپ کی حددرجہ مہارت کے باعث امام اعظم ﵁ آپ کوامام ابویوسف ﵁ اورامام محمد ﵁ پر ترجیح دیتے تھے۔دیگراصحاب کے مقابلے میں کم عمری میں آپ کا انتقال ہوگیااس لیے آپ تصنیف وتالیف کا کام نہیں کر سکے۔آپ امام اعظم ﵁ کے وصال کے بعدانکی جگہ تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔۱۵۸ھ میں آپ کاوصال ہوا۔

(اولیاءرجال الحدیث:۱۲۷)

4۔ امام مالک بن انس:

چالیس اراکینِ شوریٰ کے علاوہ امامِ اعظم ﵁ کے دیگراصحاب میں امام مالک ﵁ سرِ فہرست ہیں۔آپ ۹۵ ھ میں پیدا ہوئے۔جب بھی امامِ اعظم ﵁ مدینہ منورہ میں حاضری دیتے توامام مالک ﵁ آپ سے استفادہ کرتے۔یہ بھی پہلے بیان کیا گیا کہ امام مالک ﵁ نے موطا کی تصنیف میں امامِ اعظم کی کتب سے استفادہ کیا۔امام مالک ﵁ اکثر امام ابوحنیفہ ﵁ کے اقوال کو بیان فرمایا کرتے تھےاور آپکے اقوال کی تلاش میں رہتے تھے۔

اسحاق بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسائلِ دینیہ میں امام مالک ﵁، امام اعظم ﵁ کے اقوال کومعتبر سمجھتے تھے۔(مناقب للموفق:۳۲۴)

اس سے یہ معلوم ہواکہ آپ دینی مسائل میں امامِ اعظم ﵁ کے اقوال کومعتبر سمجھتے تھے۔یہ بھی واضح رہے کہ امام مالک ﵁ کے نزدیک بھی نماز میں رفع یدین منسوخ ہے۔آپ امامِ اعظم ﵁ کا بہت ادب کیا کرتے۔

محمد بن اسمٰعیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک بارمیں نے دیکھا کہ امام مالک ﵁ امامِ اعظم ﵁ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جارہے تھے جب مسجد کے دروازے پر پہنچ توامام مالک ﵁ نے امام ابوحنیفہ ﵁ کوآگے کردیا۔(ایضاً:۳۲۵)

ایک مرتبہ مسجدِ نبوی میں عشاء کے بعدامام مالک ﵁ اورامامِ اعظم ﵁ کی علمی گفتگوشروع ہوئی۔راوی کہتے ہیں کہ امامِ اعظم ﵁ بات کرتے توامام مالک ﵁ ادب اورخاموشی سے سنتے اوراس پراعتراض نہ کرتے اور جب امام مالک ﵁ بات کرتے توامامِ اعظم ﵁ خاموشی سے سنتے۔اس طرح یہ سلسلہ فجرکی اذان تک جاری رہا۔(ایضاً:۴۱۵)

امام شافعی ﵁ کاقول ہے، اگرامام مالک ﵁ اورابن عیینہ ﵁ نہ ہوتے توحجازیوں کاعلم نیست ونابودہوجاتا۔

بعض لوگ امام مالک ﵁ کوامام اعظم ﵁ کا شاگرد ماننے کی بجائے ان کا استادقرار دیتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم ﵁ سے امام مالک ﵁ کی روایتِ حدیث ثابت ہے مگرامام مالک ﵁ سے امام اعظم ﵁ کی روایت ثابت نہیں چنانچہ حافظ ابن حجرشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ﵁ کی روایت امام مالک ﵁ سے ثابت نہیں اور دارقطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں وہ محلِ نظر ہیں کیونکہ وہ بطور مذاکرہ تھیں نہ کہ تحدیث بالقصدِ روایت۔(انوارالباری ج۱:۵۴)

آقاومولیٰ ﷺ سے آپ کواس قدر محبت تھی کہ آپ ایک بارحج کےایام کے سواساری عمرمدینہ منورہ میں رہےمگرزمانہ بیماری کے سوا کبھی شہرمدینہ میں قضائے حاجت نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ حرم سے باہرتشریف لے جاتے۔آپ مدینہ منورہ میں کبھی گھوڑے پرسوارنہیں ہوئے اوریہی فرماتے رہے کہ ''مجھے شرم آتی ہے کہ میں اپنی سواری کے جانور کے سُموں سے اس زمین کوروندوں جس کے چپے چپے کومیرے آقاومولیٰ ﷺ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے''۔

5۔ امام مسعر بن کدام:

امامِ اعظم ﵁ کے اصحاب میں ایک اہم نام امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ کا آتا ہے جوعظیم محدث تھے۔آپ پہلے امامِ اعظم ﵁ سے حسد کرتے اورآپکی غیبت بھی کرتے۔ایک بارامامِ اعظم ﵁ کی خدمت میں آئے تو آپکازہدوتقویٰ دیکھ کرسخت نادم ہوئے۔(یہ واقعہ ''عبادت وریاضت'' کےعنوان کے تحت مذکورہوچکا ہے)چنانچہ توبہ کرکےآپکی صحبت اختیارکرلی یہانتک کہ آپ ہی کی مسجد میں حالتِ سجدہ میں انتقال کیا۔(ایضاً:۲۶۳)

سلیم بن سالم رحمہ اللہ نے فرمایا، ہم امام مسعر بن کدام رحمہ اللہ کے درس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ہم ان سے سوال کرتے تووہ امامِ اعظم ﵁ کے اقوال سے بات شروع کرتے۔ایک شخص نے کہا، ہم آپ سے اللہ اور رسول ﷺ کی بات پوچھتے ہیں تو آپ بدعتیوں کی باتیں شروع کردیتے ہیں۔امام مسعر رحمہ اللہ اس شخص سے بہت ناراض ہوئے اورفرمایا، تمہاری اس بیہودہ بات کا جواب صرف یہ ہے کہ تم میری مجلس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔تمہیں معلوم نہیں کہ امامِ اعظم رحمہ اللہ کا چھوٹا سا شاگرد حج کے ایام میں خانۂ کعبہ کے پاس کھڑا ہوجائے توساری دنیا کے علماء اسے سنتے رہیں۔اسکے بعد آپ نے یہ دعا مانگی، ''اے اللہ میں تیراقرب چاہتاہوں اوراس کے لیے امام ابوحنیفہ کاوسیلہ پیش کرتاہوں''(ایضاً:۴۱۸)

جب امام اعظم ﵁ تشریف لاتے توامام مسعر رحمہ اللہ تعظیم میں کھڑے ہوجاتے اورجب انکے سامنے بیٹھتے تو دوزانو بیٹھتے اورآپ کی رائے رد نہ کرتے۔امام اعظم رحمہ اللہ نے مسند میں کئی احادیث ان سے روایت کی ہیں۔(ایضاً:۳۳۰)

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب کسی حدیث میں ہمارااختلاف ہوجاتا توہم امام مسعر بن کدام سے پوچھتے تھے۔وہ آپ کوحدیث کا''میزان'' کہا کرتے تھے۔(الجواہر المضیۃ ج۲:۱۶۷)

امام مسعر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا، آپ اصحابِ ابی حنیفہ کی رائے چھوڑکرامام اعظم رحمہ اللہ کی رائے کی طرف کیوں مائل ہوئے؟ فرمایا، اس کی صحت کی بنا پر۔تواب تم اس سے بھی زیادہ صحیح لاؤ تاکہ میں اسے اپناؤں۔حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا، ''میں نے امام مسعر رحمہ اللہ کوامام اعظم سے سوال کرتے اوراستفادہ کرتے ہوئے دیکھا ہے''۔(الخیرات:۱۱۰) آپکاوصال ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ میں ہوا۔

6۔ امام عبداللہ بن مبارک:

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امام اعظم کے نہایت مشہورشاگردوں میں سے ہیں۔حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے کشف المحجوب میں آپ کو ''زاہدوں کا سردار، اوتادکا پیش رواوراہلِ طریقت وشریعت کاامام'' فرمایا ہے۔آپ علمِ حدیث میں اس قدربلندمقام کے حامل تھے کہ محدثین آپ کو ''امیرالمومنین فی الحدیث'' کےلقب سے یادکیا کرتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے تہذیب الاسماء واللغات میں آپ کاذکریوں کیا ہے، ''وہ امام جس کی امامت وجلالت پر ہرباب میں اجماع کیا گیا ہے، جس کے ذکرسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہےاورجس کی محبت سے مغفرت کی امیدکی جاسکتی ہے''۔

ایک موقع پرانہیں کسی نے ''عالمِ مشرق'' کہہ دیا تو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا، ''صرف مشرق کے عالم نہیں، وہ تو مشرق ومغرب کے عالم ہیں''۔آپ کاارشاد ہے، میں نے چار ہزار مشائخ سے حدیث کاعلم حاصل کیااورایک ہزار شیوخ سے احادیث روایت کیں۔آپ نے فقہ وحدیث میں کئی کتب تصنیف فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے زمانے میں ان سے بڑھ کرکسی نے حدیث کے حصول کی کوشش نہیں کی۔صحیح بخاری اورصحیح مسلم میں آپ کی روایت سےسینکڑوں حدیثیں مروی ہیں۔

آپ امام اعظم کی مجلسِ فقہ اوراس کی ذیلی بارہ رکنی خصوصی کمیٹی کے بھی رکن تھے۔آپ نے امام اعظم سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں۔امام اعظم کی شاگردی پرآپ کواس قدرفخرتھا کہ آپ علانیہ فرماتے، ''اگراللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ اورسفیان ثوری کے ذریعہ سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تومیں عام آدمیوں جیسا ہوتا''۔(تبییض الصحیفہ:۱۹) آپ ہی کا ایک اورارشادگرامی ہے، ''کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہےلیکن امام اعظم ابوحنیفہ کوزیبا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ یہ میری رائے ہے''۔(ایضاً:۲۰)

امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے تھے، ''میں نے کسی کوامام ابوحنیفہ کے اوصاف اسطرح بیان کرتے ہوئے نہ پایا جیسا کہ ابن مبارک انکے اوصاف بیان کرتے اورانکوبھلائی کے ساتھ یادکرتے تھے''۔(الخیرات الحسان:۱۴۷)

ایک موقع پرآپ نے فرمایا، امام اعظم ابوحنیفہ ﵁ اللہ کی آیات (نشانیوں) میں سے ایک آیت (نشانی) ہیں۔کسی نے سوال کیا، آیت خیر ہیں یا آیت شر؟ فرمایا، تم قرآن کی روشنی میں آیت کالفظ تلاش کرو۔وجعلنا ابن مریم وامه آية۔ ترجمہ: ''اورہم نے مریم اوراسکے بیٹے کوآیت کیا''۔(المومنون:۵۰) کیا آیت شرسے بھی بن سکتی ہے؟ (مناقب للموفق:۳۱۷)

سیدناامام اعظم ﵁ کےعلم وفضل کے متعلق آپ کاارشاد ہے، اگرامام ابوحنیفہ تابعین کے ابتدائی دورمیں ہوتے جب صحابۂ کرام کی کثرت تھی توکئی

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 3/18

تابعین بھی آپ کے علوم سے بہرہ ور ہوتے۔ امام اعظم ﷺ کا قیاس دراصل حدیث کی تفسیر وتشریح تھا۔ (ایضاً:۳۴۸) آپ کا وصال ۱۸۱ھ میں ہوا۔

7۔ امام وکیع بن الجراح:

آپ امام اعظم ﷺ کے خاص شاگرد اور تدوینِ فقہ کی مجلس کے رکن تھے۔ فنِ حدیث ورجال کے متعلق آپ کی روایات اور آراء معتمد ومستند سمجھی جاتی ہیں۔ امام بخاری اور امام مسلم نے آپ کی روایت سے کئی حدیثیں صحیحین میں درج کی ہیں۔ بلکہ امام بخاری نے تو امام عبداللہ بن مبارک، امام وکیع اور امام اعظم کے دیگر شاگردوں کی کتابیں حفظ کر رکھی تھیں۔ (طبقات الکبریٰ ج ۲:۴)

امام ذہبی رحمہ اللہ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام وکیع کا تعارف ان القابات سے کرایا ہے، **الامام الحافظ الثبت محدث العراق احد الائمہ الاعلام وکیع بن الجراح** ۔آپ کے علم وفضل کے متعلق امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کا ارشاد ہے، ''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جسے امام وکیع پر ترجیح دوں''۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ آپ کے ممتاز شاگرد تھے۔ انہیں آپ کی شاگردی پر اس قدر ناز تھا کہ جب وہ آپ کی روایت سے کوئی حدیث سناتے تو سننے والوں سے فرماتے، ''یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی کہ تمہاری آنکھوں نے اس جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا ہوگا''۔ (تہذیب الاسماء واللغات)

امام وکیع رحمہ اللہ اکثر مسائل میں امام اعظم کی تقلید کیا کرتے اور انہی کے فتوے کے موافق فتویٰ دیا کرتے۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، **ویفتی بقول ابی حنیفۃ** ۔یعنی امام وکیع امام ابوحنیفہ کے قول کے موافق فتوے دیا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱:۲۸۰) امام وکیع رحمہ اللہ نے امام اعظم سے کثیر حدیثیں سنیں اور روایت کیں۔ (ایضاً ج۱:۱۵۱، تبییض الصحیفہ :۱۵) خطیب بغدادی نے بھی تاریخِ بغداد میں اس کی تصدیق کی ہے۔

یہ مشہور واقعہ پہلے تحریر ہو چکا کہ ایک شخص نے امام وکیع رحمہ اللہ سے کہا، ''امام ابوحنیفہ سے غلطی ہوئی''۔ تو آپ نے فرمایا، جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ غلطی کیسے کر سکتے ہیں جبکہ انکے ساتھ امام ابو یوسف اور امام زفر جیسے فقہ کے امام تھے اور یحییٰ بن زکریا بن زائدہ، حفص بن غیاث، امام حبان، امام مندل جیسے محدثین تھے اور قاسم بن معن جیسے لغت وعربیت کے ماہر تھے اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد وتقویٰ کے امام موجود تھے۔ تو جس کے ساتھی ایسے لوگ ہوں اس سے خطا کیونکر ممکن ہے، کیونکہ اگر وہ غلطی کرتے تو یہ لوگ انکو حق کی طرف لوٹا دیتے''۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (الخیرات الحسان:۱۰۰)

8۔ امام یحییٰ بن سعید قطان:

امام اعظم ﷺ کی مجلسِ فقہ کے رکن، امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ وہ جلیل القدر محدث ہیں جن کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ فنِ رجال میں جس محدث نے سب سے پہلے لکھنے کا آغاز کیا وہ یحییٰ بن سعید القطان ہیں، پھر آپ کے بعد آپ کے شاگردوں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے اس فن میں گفتگو کی اور انکے بعد انکے شاگردوں امام بخاری، امام مسلم وغیرہ نے فنِ رجال میں کام کیا۔

امام احمد بن حنبل کا معروف قول ہے کہ ''میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید جیسا کوئی دوسرا نہیں دیکھا''۔ رحمہم اللہ تعالیٰ (میزان الاعتدال، دیباچہ)

حدیث کے راویوں کی تحقیق وتنقید میں آپ کو اس قدر بلند مقام حاصل تھا کہ ائمہ حدیث عموماً کہا کرتے تھے، ''یحییٰ جس راوی کو چھوڑ دیں گے ہم بھی اسے چھوڑ دیں گے''۔ علم وفضل کے اس قدر بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ امام اعظم کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے، ان کی شاگردی پر فخر کرتے اور انکے مخالفین کے پراپیگنڈے کا جواب دیتے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ یحییٰ بن سعید القطان امام اعظم ہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱:۲۸۰)

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن سعید کو یہ فرماتے ہوئے سنا، ''ہم اللہ تعالیٰ سے جھوٹ نہیں بولتے۔ ہم نے امام ابوحنیفہ کے اجتہاد

سے بہتر کسی سے نہیں سنا، اور ہم نے آپ کے اکثر اقوال اختیار کیے ہیں''۔ رحمہم اللہ تعالیٰ (تہذیب التہذیب، جزء عاشر:۴۵۰)

آپ کا یہ ارشاد بھی خاص توجہ کے لائق ہے۔ فرمایا، ''میں عمر بھر فقہی مسائل میں تمام لوگوں پر چھایا رہا مگر جب میں امام اعظم کے پاس پہنچا تو یوں محسوس ہوا کہ میں انکے سامنے کچھ بھی نہیں۔ جو مقام امام اعظم کو حاصل تھا کوئی دوسرا اس تک نہ پہنچ سکا''۔ (مناقب للموفق:۳۴۰)

زُہیر بن نعیم کا بیان ہے کہ آپکے وصال کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ یحییٰ بن سعید قطان کے بدن پر ایک کُرتا ہے جس پہ لکھا ہے، ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ تحریر ہے کہ یحییٰ بن سعید کے لیے جہنم سے نجات ہے''۔ (اولیاء رجال الحدیث:۲۶۲)

9۔ امام یحییٰ بن زکریا:

حافظِ حدیث، امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو امام المحدثین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ آپ امام احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابی شیبہ، یحییٰ بن معین، قتیبہ اور علی بن المدینی کے بھی استاد ہیں۔ آپ کے متعلق امام بخاری کے استاد، امام علی بن المدینی فرمایا کرتے تھے، ''یحییٰ کے زمانہ میں یحییٰ پر علم کا خاتمہ ہو گیا''۔ (میزان الاعتدال ترجمہ یحییٰ)

یہ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ خود اتنے بڑے عالم تھے کہ انکے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے تھے، ''میں نے علی بن المدینی کے سوا کسی کے سامنے اپنے آپ کو چھوٹا نہیں سمجھا''۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲:۱۶)

گویا امام بخاری جن کے سامنے خود کو چھوٹا سمجھتے تھے وہ امام اعظم کے ایک شاگرد امام یحییٰ بن زکریا کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ ان پر علم کا خاتمہ ہو گیا۔ اب آپ فیصلہ کیجیے کہ جس کے شاگرد کا یہ مقام ہے اس امام اعظم کا کس قدر اعلیٰ مقام ومرتبہ ہوگا؟

امام یحییٰ بن زکریا رحمہ اللہ، امام اعظم کے ایسے خاص شاگردوں میں سے ہیں کہ علامہ ذہبی شافعی رحمہ اللہ نے آپ کو 'صاحبِ ابی حنیفہ' قرار دیتے ہوئے آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے، **الحافظ الثبت المتقن الفقیہ ابو سعید الھمدانی الوداعی مولاھم الکوفی صاحب ابی حنیفۃ**۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱:۲۴۳)

آپ امام اعظم کے محبوب شاگردوں میں سے ہیں اور مجلسِ فقہ کے علاوہ بارہ رکنی ذیلی مجلس کے بھی رکن ہیں۔ آپ کو طویل عرصہ تک مجلسِ فقہ کے کاتب یعنی تحریر وتصنیف کی خدمت انجام دینے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ صحاح ستہ خصوصاً صحیح بخاری میں آپ کی روایت سے کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں۔ آپ مدائن میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ ۱۸۲ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

10۔ امام یزید بن ہارون:

آپ امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگرد اور تدوینِ فقہ کی مجلس کے اہم رکن تھے۔ امام احمد بن حنبل، علی بن المدینی، یحییٰ بن معین جیسے بڑے بڑے ائمۂ حدیث آپ کے شاگرد تھے۔ امام جلال الدین سیوطی نے امام یزید بن ہارون کو امام اعظم کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے امام اعظم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ (تبییض الصحیفہ :۱۵، تذکرۃ الحفاظ ج۱:۱۵۱)

آپ کے متعلق امام بخاری کے نامور استاد امام علی بن المدینی کا ارشاد ہے، ''میں نے یزید بن ہارون سے بڑھ کر کسی کو احادیث کا حافظ نہیں دیکھا''۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام بخاری کے ایک اور استاد ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں، ''یزید بن ہارون سے زیادہ ہم نے کسی کو حفظِ حدیث میں کامل نہیں دیکھا''۔ آپ کے درس میں ستر ہزار حاضرین کا مجمع ہوتا تھا۔ (اولیاء رجال الحدیث:۲۶۳)

یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، میں بیشمار لوگوں سے ملا ہوں مگر میں نے کسی کو امام اعظم سے بڑھ کر عاقل، فاضل اور پرہیزگار نہیں پایا۔ (تبییض الصحیفہ :۲۵)

مقامِ غور ہے کہ امام یزید بن ہارون جو اصحابِ صحاح ستہ خصوصاً امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، انہوں نے امام اعظم کی کیسی تعریف فرمائی ہے۔

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 4/18

یہی نہیں بلکہ جولوگ بغض وعناد کے باعث امام اعظم کا ذکر پسند نہ کرتے، آپ ان سے ناراض ہو جاتے۔

ایک دن امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ درس کے دوران امام اعظم کے ارشادات سنا رہے تھے کہ کسی نے کہا، ہمیں حدیثیں سنایئے اور لوگوں کی باتیں نہ کیجیے۔

آپ نے اس سے فرمایا، "اے احمق! یہ رسول کریم ﷺ کی حدیث کی تفسیر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا مقصد صرف حدیثیں سننا اور جمع کرنا ہے، اگر تمہیں علم حاصل کرنا ہوتا تو تم حدیث کی تفسیر اور معانی معلوم کرتے اور امامِ اعظم ابوحنیفہ کی کتابیں اور انکے اقوال دیکھتے جو تمہارے لیے حدیث کی تفسیر کرتے ہیں"۔ پھر آپ نے اس کو ڈانٹ کر مجلس سے نکال دیا۔ (مناقب للموفق:۳۴۴)

11۔ امام عبدالرزاق بن ہمام:

آپ جلیل القدر محدث اور فقیہ ہیں۔ انہی اوصاف کی بناء پر سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کو تدوینِ فقہ کی مجلس میں شامل کیا تھا۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں شروع کیا ہے، احد الاعلام الثقات ۔آپ نے امام اعظم سے احادیث روایت کی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۱:۱۵۱، تبییض الصحیفہ :۱۴)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے، میں نے امام اعظم سے بڑھ کر کسی کو حلم والا نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان)

بڑے بڑے ائمہ حدیث مثلاً سفیان بن عیینہ، یحیٰ بن معین، احمد بن حنبل، علی بن المدینی رحمہم اللہ تعالیٰ نے فنِ حدیث میں آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ علم حدیث میں آپ کی شہرت اس قدر تھی کہ لوگ دور دراز سے سفر کر کے آپ کی خدمت میں حدیث سیکھنے آتے تھے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد کسی شخص کے پاس اِس قدر دور دراز سے طویل فاصلے طے کر کے لوگ نہیں گئے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے کثیر حدیثیں موجود ہیں۔ حدیث کی ضخیم کتاب "مصنّف عبدالرزاق" آپ ہی کی تصنیف ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو علم کا خزانہ فرمایا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب سے استفادہ کرنے کا اعتراف کیا ہے۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ حدیث کی روایت میں کیا آپ نے امام عبدالرزاق سے بہتر کسی کو دیکھا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا، "نہیں"۔ (میزان الاعتدال)

12۔ امام ابوعاصم النبیل:

آپ کا نام ضحاک بن مخلد اور لقب نبیل ہے۔ آپ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد اور ان کی مجلسِ فقہ کے رکن تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ آپ نے امام اعظم سے حدیثیں روایت کی ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج۱:۱۵۱، تبییض الصحیفہ :۱۴)

امام بخاری کہتے ہیں کہ امام ابوعاصم نے فرمایا، جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے، اسوقت سے میں نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ (الجواہر المضیہ)

علامہ ذہبی لکھتے ہیں، ابوعاصم کے ثقہ ہونے پر سب علماء کا اتفاق ہے۔ عمر بن شیبہ کا قول ہے، اللہ کی قسم! میں نے امام ابوعاصم کا مثل نہیں دیکھا۔ (میزان الاعتدال)

ایک مرتبہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ سفیان ثوری زیادہ فقیہ ہیں یا امام ابوحنیفہ؟ فرمایا، موازنہ تو ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں۔ امام اعظم نے فقہ کی بنیاد رکھی جبکہ سفیان صرف فقیہ ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک امام اعظم تو ابن جُریج سے بڑھ کر فقیہ ہیں، میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو فقہ میں امام اعظم سے بڑھ کر قدرت رکھتا ہو۔ (تاریخ بغداد، الخیرات الحسان، مناقب للموفق)

13۔ امام مکی بن ابراھیم:

آپ کا نام عمر بن ہارون ہے، بلخ کے رہنے والے ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کو حافظ و امام اور شیخ خراسان فرمایا ہے۔ ابتداء میں آپ ایک تاجر

تھے۔ ایک بار آپ کی ملاقات امام اعظم سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا، تم تجارت تو کرتے ہو مگر علم بھی سیکھو کیونکہ جب تک انسان عالم نہ ہو اس کی تجارت میں بڑی خرابی رہتی ہے۔

یہ نصیحت آپ کے دل پر اثر کر گئی اور آپ نے امام اعظم سے فقہ و حدیث کا علم سیکھنا شروع کیا یہاںتک کہ ان علوم میں امامت کے مقام پر فائز ہوئے۔

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نامور شاگرد امام مکی بن ابراھیم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۵ھ) امام احمد بن حنبل، امام یحیٰ بن معین اور امام بخاری رحمہم اللہ کے بھی استاد ہیں اور صحیح بخاری میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراھیم رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہیں اور نو ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ سے۔

گویا امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ بیس ثلاثیات درج کرنے کا شرف سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کے شاگردوں ہی کا صدقہ ہے۔

امام مکی رحمہ اللہ کو امام اعظم سے والہانہ عقیدت تھی چنانچہ آپ ہر مجلس اور ہر نماز کے بعد امام اعظم کے لیے دعائے خیر کرتے اور فرماتے تھے کہ انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے لیے علوم کا دروازہ کھولا۔

ایک مرتبہ درسِ حدیث کی مجلس میں یوں روایت شروع کی، حَدَّثَنَا اَبُوْ حَنِیْفَةَ ۔تو ایک طالبِ علم نے کہا، آپ ابنِ جُریج کی احادیث بیان کیجیے اور ابوحنیفہ کی روایات نہ سنایئے۔ یہ سنکر آپ کو اس قدر غصہ آیا کہ چہرے کا رنگ بدل گیا اور فرمایا، "ہم بیوقوفوں کو حدیث نہیں سناتے۔ تم میری مجلس سے نکل جاؤ، تمہارے لیے مجھ سے حدیث لکھنا حرام ہے"۔ چنانچہ جب تک اس طالبِ علم کو مجلس سے نکال نہیں دیا گیا آپ نے حدیث بیان نہیں فرمائی۔ جب اسے نکال دیا گیا تو پھر حدثنا ابو حنیفة کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ (اولیاء رجال الحدیث:۲۳۳)

امام اعظم کے دیگر تلامذہ میں سفیان ابن عینیہ، ابراھیم بن ادہم، حمزہ بن مقری، عباد بن العوام، علی بن مسہر، قاسم بن معن، حسن بن صالح، ابوبکر بن عیاش، عیسیٰ بن یونس ، اسحٰق بن یوسف، شعیب بن اسحاق، عبدالوارث بن سعید، محمد بن بشر، حماد بن زید (رحمہم اللہ تعالیٰ) قابلِ ذکر ہیں اور یہ سب صحاح ستہ کے محدثین کے مشائخ میں سے ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو بھی آپ کا شاگرد تحریر کیا ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرنے والے 95 محدثین کے نام تحریر کیے ہیں۔ ان میں مکی بن ابراھیم، ابوعاصم ضحاک کے علاوہ ابونعیم فضل بن دکین رحمہم اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں، یہ تینوں امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور ان سے صحیح بخاری و کتبِ صحاح میں بکثرت روایات موجود ہیں۔ (تبییض الصحیفہ :۱۴)

ائمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے محدثین:

ائمہ ثلاثہ اور صحاح ستہ کے تمام محدثین براہِ راست یا بالواسطہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کے شاگرد ہیں۔ مثلاً امام مالک، امام اعظم کے شاگرد ہیں جبکہ امام شافعی، امام محمد بن حسن کے اور امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں جو کہ دونوں امام اعظم کے نامور شاگرد ہیں۔ اس طرح ائمہ ثلاثہ بھی براہ راست یا بالواسطہ امام اعظم ہی کے شاگرد ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

یہ مذکور ہوا کہ امام احمد بن حنبل آپ کے شاگرد امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور امام احمد کے شاگردوں میں امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد شامل ہیں۔ امام ترمذی نے بخاری و مسلم سے اور امام نسائی نے امام ابوداؤد سے استفادہ کیا ہے جبکہ امام ابن ماجہ بھی اسی سلسلے کے شاگرد ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ ۔تو گویا صحاح ستہ کے تمام محدثین بالواسطہ امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے شاگرد ہوئے۔ ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء۔

اراکینِ شوریٰ:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کی مجلسِ شوریٰ جس نے تدوینِ فقہ کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا، اسکے اراکین کی تعداد کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر مؤرخین نے یہ تعداد چالیس لکھی ہے جس کا ماخذ امام طحاوی رحمہ اللہ کی مشہور روایت ہے۔

قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صیمری اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ نے اسماعیل بن حماد رحمہ اللہ کی روایت بیان کی ہے جس کے مطابق اس مجلسِ فقہ کے اراکین کی تعداد چھتیس ہے جبکہ علامہ کردری رحمہ اللہ نے مناقب الامام الاعظم میں وکیع بن الجراح رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے امام

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 5/18

ابو یوسف رحمہ اللہ کے ارشاد کے مطابق مجلس فقہ کے اراکین کی تعداد تیس بتائی ہے۔

گمان یہ ہے کہ ۱۲۱ھ میں جب اس کام کا آغاز ہوا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اسوقت کے لائق وذہین ترین شاگرد اس مجلس کے رکن نامزد کیے گئے ہونگے لیکن دوسرے شہروں سے تعلق رکھنے والے بعض شاگرد کچھ عرصہ بعد چلے گئے ہونگے اور انکی جگہ دوسرے ائمہ نے لی ہوگی جبکہ اکثر ائمہ اس عظیم نیکی میں آغاز سے آخر تک شامل رہے ہیں۔امام اعظم رضی اللہ عنہ کے آخری زمانے میں جو ائمہ کرام مجلس شوریٰ کے اراکین تھے،انہی کے ناموں کی فہرست اکثر تذکرہ نگاروں نے تحریر کی ہے۔

علامہ حافظ عبدالقادر قرشی رحمہ اللہ کی تصنیف،الجواہر المضیۃ کے حوالے سے ہم چالیس معروف اراکینِ شوریٰ کے نام سنِ وصال کے لحاظ سے تحریر کر رہے ہیں:۔

۱۔	امام زفر بن ہذیل	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۵۸ھ
۲۔	امام مالک بن مغول	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۵۹ھ
۳۔	امام داؤد طائی	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۶۵ھ
۴۔	امام مندل بن علی	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۶۸ھ
۵۔	امام نضر بن عبدالکریم	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۶۹ھ
۶۔	امام عمرو بن میمون	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۱ھ
۷۔	امام حبان بن علی	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۲ھ
۸۔	امام ابوعصمہ نوح	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۳ھ
۹۔	امام زہیر بن معاویہ	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۳ھ
۱۰۔	امام قاسم بن معن	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۵ھ
۱۱۔	امام حماد بن الامام اعظم	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۶ھ
۱۲۔	امام ہیاج بن بسطام	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۷ھ
۱۳۔	امام شریک بن عبداللہ	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۷۸ھ
۱۴۔	امام عافیہ بن یزید	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۰ھ
۱۵۔	امام عبداللہ بن مبارک	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۱ھ
۱۶۔	امام قاضی ابو یوسف یعقوب	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۲ھ
۱۷۔	امام ابومحمد نوح النخعی	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۲ھ
۱۸۔	امام ہیثم بن بشیر السلمی	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۳ھ
۱۹۔	امام یحییٰ بن زکریا	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۴ھ
۲۰۔	امام فضیل بن عیاض	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۷ھ
۲۱۔	امام اسد بن عمرو	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۸ھ
۲۲۔	امام محمد بن الحسن	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۹ھ
۲۳۔	امام علی ابن مسہر	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۹ھ
۲۴۔	امام یوسف بن خالد	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۸۹ھ
۲۵۔	امام عبداللہ بن ادریس	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۲ھ

۲۶۔	امام فضل بن موسیٰ	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۲ھ
۲۷۔	امام علی بن ظبیان	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۲ھ
۲۸۔	امام حفص بن غیاث	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۴ھ
۲۹۔	امام وکیع بن الجراح	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۷ھ
۳۰۔	امام ہشام بن یوسف	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۷ھ
۳۱۔	امام یحییٰ بن سعید القطان	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۸ھ
۳۲۔	امام شعیب بن اسحاق	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۸ھ
۳۳۔	امام حفص بن عبدالرحمٰن	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۹ھ
۳۴۔	امام ابو مطیع بلخی	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۹ھ
۳۵۔	امام خالد بن سلیمان	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۱۹۹ھ
۳۶۔	امام حسن بن زیاد	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۲۰۴ھ
۳۷۔	امام یزید بن ہارون	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۲۰۶ھ
۳۸۔	امام عبدالرزاق بن ہمام	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۲۱۱ھ
۳۹۔	امام ابوعاصم الضحاک بن مخلد	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۲۱۲ھ
۴۰۔	امام مکی بن ابراہیم	رحمۃ اللہ علیہ	متوفی ۲۱۵ھ

☆☆☆☆

باب پانزدہم (15)

امام اعظم،ائمہ دین کی نظر میں:

امام اعظم کے بارے میں جلیل القدر ائمہ دین ومحدثین کرام کے ارشادات پیشِ خدمت ہیں:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ:

☆آپ ایک ملاقات میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کی گفتگو سے خوش ہوئے،ان کی پیشانی کو چوما اور انہیں اپنے سینے سے لگالیا۔(مناقب للموفق:۱۲۶)

☆دوسرے موقع پر فرمایا،ابوحنیفہ کے پاس ظاہری علوم کے خزانے ہیں اور ہمارے پاس باطنی اور روحانی علوم کے ذخائر ہیں۔(ایضاً:۱۹۲)

☆ایک اور موقع پر فرمایا،''ابوحنیفہ کا طریقہ کیا ہی اچھا اور ان کی فقہ کیا ہی زیادہ ہے''۔(الانتقاء لابن عبدالبر:۱۲۴)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ:

☆اے ابوحنیفہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے نانا جان رسول کریم ﷺ کی سنتیں زندہ کروگے.....تمھاری رہنمائی سے لوگوں کو صحیح راستہ ملے گا،تمھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ توفیق حاصل ہوگی کہ زمانے بھر کے علمائے ربانی تمھاری وجہ سے صحیح مسلک اختیار کریں گے۔(مناقب للموفق:۵۴)

☆ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اٹھ کر امام صاحب کو گلے لگایا ان کی خیریت پوچھی اور بڑی عزت سے بٹھایا۔جب امام اعظم اٹھ کر چلے گئے تو کسی نے پوچھا،آپ انھیں جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا،احمق ہو؟ میں ان کی خیریت پوچھ رہا ہوں اور تم پوچھ

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 6/18

رہے ہو کہ میں انھیں جانتا ہوں یا نہیں۔ یاد رکھو! یہ شخص اپنے ملک کا بہت بڑا فقیہ ہے۔ (ایضاً: ۳۲۶)
☆ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا: "یہ بڑا عالم و فاضل اور فقیہ ہے"۔ (ایضاً: ۵۵)

امام مالکؓ:
☆ امام ابوحنیفہؓ ایسے ذہین عالم تھے کہ اگر وہ یہ دعوی کرتے کہ یہ ستون سونے کا بنا ہوا ہے تو وہ دلائل سے ثابت کر سکتے تھے کہ یہ واقعی سونے کا ہے۔ وہ فقہ میں نہایت بلند مقام پر فائز تھے۔ (مناقب للموفق: ۳۱۸)

امام شافعیؓ:
☆ کسی ماں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر عقل و دانش والا بیٹا نہیں جنا۔ (ایضاً: ۱۹۳)
☆ جو شخص دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ امام ابوحنیفہؓ اور ان کے شاگردوں سے فقہ سیکھے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام اعظم کے بچے ہیں۔ (ایضاً: ۳۲۲)
☆ لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؓ کے محتاج ہیں، میں نے ان سے زائد فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔ جس نے امام اعظم کی کتب میں غور و فکر نہ کی، نہ وہ علم میں ماہر ہو سکتا ہے اور نہ ہی فقیہ بن سکتا ہے۔ (الخیرات الحسان: ۱۰۳)

امام احمد بن حنبلؓ:
☆ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؓ پر رحم فرمائے وہ بے پناہ پرہیزگار تھے۔ انھیں منصب قضاۃ قبول نہ کرنے پر حکمرانوں نے کوڑے لگائے مگر وہ صبر و استقلال کے ساتھ انکار کرتے رہے۔ (ایضاً: ۲۱۵)
☆ وہ علم، ورع، زہد اور آخرت کو اپنانے میں سب سے آگے ہیں ان کے مقام کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ: ۲۷)

امام موسیٰ کاظمؓ:
☆ آپ نے جب پہلی مرتبہ امام اعظم کو دیکھا تو فرمایا، کیا تم ہی ابوحنیفہ ہو؟ عرض کی، جی ہاں! آپ نے مجھے کیسے پہچانا؟ فرمایا، قرآن مجید میں ہے (ترجمہ: "انکی علامت انکے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے"۔ الفتح: ۲۸) اس آیت کی روشنی میں آپ کو پہچان لیا۔ (مناقب للموفق: ۲۶۷)

امام سفیان ثوریؓ:
☆ امام ابوحنیفہؓ کی مخالفت وہی کر سکتا ہے جو علم و فضل اور قدر و منزلت میں ان سے بلند تر ہو، اور ایسا شخص ملنا مشکل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱: ۱۲۲)
☆ محمد بن بشر کہتے ہیں، میں سفیان ثوری کے پاس حاضر ہوا۔ انہوں نے پوچھا، کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کی، امام ابوحنیفہؓ کے پاس سے۔ فرمایا، یقیناً تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو جو روئے زمین پر سب سے بڑا فقیہ ہے۔ (تبییض الصحیفہ: ۲۱)
☆ ابن مبارک نے سفیان ثوری سے دریافت کیا، کیا وہ باتیں بعید از عقل نہیں ہیں جو امام ابوحنیفہ کے دشمن ان کی غیبت کے طور پر کرتے ہیں؟ فرمایا، صحیح کہتے ہو۔ خدا کی قسم! میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نیکیوں کو کوئی کم نہیں کر سکتا البتہ وہ حسد کرنے والے اپنی ہی نیکیاں مٹاتے ہیں۔ (ایضاً: ۳۱)

عبداللہ بن مبارکؓ:
☆ کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے لیکن امام ابوحنیفہؓ کو زیبا ہے کہ وہ یہ کہیں کہ یہ میری رائے ہے۔ (تبییض الصحیفہ: ۲۰)
☆ لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ امام ابوحنیفہؓ ہیں۔ میں نے فقہ میں ان کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔ (ایضاً: ۲۰)
☆ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے ذریعے میری مدد نہ فرماتا تو میں عام لوگوں کی مانند ہوتا۔ (ایضاً: ۱۹)
☆ اگر امام ابوحنیفہؓ تابعین کے ابتدائی دور میں ہوتے جب صحابۂ کرام کی کثرت تھی تو کئی تابعین بھی آپ کے علوم سے بہرہ ور ہوتے۔ امام اعظم کا قیاس دراصل حدیث کی تفسیر و تشریح تھا۔ (ایضاً: ۳۴۸)
☆ اثر و حدیث کو لازم پکڑو اور حدیث کی تفسیر و تشریح کے لیے امام ابوحنیفہؓ کی اتباع کرو۔ (مناقب للموفق: ۳۴۹)

سفیان ابن عیینہؓ:
☆ امام ابوحنیفہؓ جیسا فقیہ میری آنکھ نے آج تک نہیں دیکھا۔ (ایضاً: ۳۱۷)
☆ اگر فقہ کا علم حاصل کرنا ہو تو کوفہ جا کر امام اعظم ابوحنیفہؓ کی مجالس میں شرکت کرو۔ (ایضاً: ۳۶۳)
☆ کوفہ کی دو چیزوں سے ساری دنیا نے فیض پایا ہے۔ وہ ہیں حمزہ کی قرأت اور امام ابوحنیفہؓ کی فقہ۔ (ایضاً: ۳۲۳)

مکی بن ابراہیمؓ:
☆ امام ابوحنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (تبییض الصحیفہ: ۲۱)

یحییٰ بن سعید قطانؓ:
☆ خدا ہم سے جھوٹ نہ بلوائے، ہم نے امام ابوحنیفہ سے زیادہ بہتر رائے کسی کی نہیں پائی اور ہم نے انکے بہت سے اقوال کو اختیار کیا ہے۔ (ایضا: ۲۱)
☆ میں عمر بھر فقہی مسائل میں لوگوں پر چھایا رہا لیکن جب میں امام ابوحنیفہ سے ملا تو یوں محسوس ہوا کہ میں انکے سامنے کچھ بھی نہیں، وہ فقہ کے بلند ترین مقام پر ہیں۔ (مناقب للموفق: ۳۴۰)

امام اوزاعیؓ:
☆ امام ابوحنیفہؓ مشکل سے مشکل تر مسائل کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔
(تبییض الصحیفہ: ۳۴)
☆ یہ مشائخ میں جلیل و عظیم شیخ ہیں، ان سے علم حاصل کرو۔ (الخیرات الحسان: ۱۰۷)
☆ میں ان کے علم کی کثرت اور عقل کی وسعت پر رشک کرتا ہوں۔ (ایضاً: ۱۰۸)

یزید بن ہارون رحمہ اللہ:
☆ کسی نے آپ سے پوچھا، سفیان ثوری زیادہ فقیہ ہیں یا ابوحنیفہ؟ فرمایا، سفیان ثوری حافظ حدیث ہیں اور امام ابوحنیفہ بڑے فقیہ۔ (تبییض الصحیفہ: ۱۹)
☆ میں نے بہت سے علماء دیکھے مگر کسی کو بھی امام ابوحنیفہؓ سے زیادہ عقلمند، افضل اور متقی نہیں پایا۔ (ایضاً: ۲۵)
☆ میں نے ان کے جتنے ہم عصر دیکھے سب کو یہی کہتے سنا کہ انہوں نے امام اعظم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ (اخبار ابی حنیفہ: ۳۶)
☆ آپ سے پوچھا گیا، امام مالک کی رائے زیادہ پسندیدہ ہے یا امام ابوحنیفہ کی؟ فرمایا، احادیث تو امام مالک سے لکھ لیا کرو لیکن جب حدیث کی تفسیر فقہ کی روشنی میں سمجھنی ہو تو پھر امام اعظم ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ (مناقب للموفق: ۳۶۴)

عبداللہ بن داؤد خریبی رحمہ اللہ:
☆ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے بعد امام اعظم ابوحنیفہؓ کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائے خیر کریں کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے لیے سنت و فقہ کی حفاظت فرمائی ہے۔ (ایضاً: ۲۱)

خلف بن ایوب رحمہ اللہ:
☆ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو علم عطا فرمایا پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو علم سے سرفراز کیا پھر وہ علم تابعین میں منتقل ہوا، اس کے بعد علم سے امام ابو حنیفہؓ اور ان کے تلامذہ بہرہ ور ہیں۔ اب جس کا دل چاہے خوش ہو اور جس کا دل چاہے ناراض ہو۔ (الخیرات الحسان: ۱۱۶)

حسن بن سلیمان رحمہ اللہ:
☆ حضور ﷺ کی حدیث **لا تقوم الساعة حتی یظهر العلم** (قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک علم خوب ظاہر نہ ہو جائے) کی تفسیر یہ ہے کہ جب تک امام ابوحنیفہ کے علم کی تشہیر نہ ہو جائے، قیامت نہیں آئے گی۔ (مناقب للموفق: ۳۹۵)

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 7/18

حسن بن عمارہ رحمہ اللہ:

☆میں نے مسائل فقہ میں ان سے زیادہ بلیغ گفتگو کرنے والا کسی کو نہ پایا اور نہ ان سے بڑھ کر مختصر کسی کا جواب دیکھا۔ بلاشبہ یہ اپنے زمانے کے متکلمین کے سردار ہیں۔ جو کوئی ان کی بدگوئی کرتا ہے وہ حسد ہی کے باعث کرتا ہے۔(تبییض الصحیفہ :۳۱)

علی بن عاصم رحمہ اللہ:

☆اگر نصف دنیا والوں کی عقل ایک پلہ میں اور امام ابوحنیفہ ﷺ کی عقل ترازو کے دوسرے پلے میں رکھی جائے تو امام ابوحنیفہ کی عقل زیادہ وزنی ہو گی۔

(فتاویٰ رضویہ ج۱:۳۵)

سہل بن مزاحم رحمہ اللہ:

☆جس نے بھی امام اعظم کی مخالفت کی، اسکا سبب یہ تھا کہ وہ آپ کی بات کو نہ سمجھ سکا۔(فتاویٰ رضویہ ج۱:۱۲۳)

بکر بن حبیش رحمہ اللہ:

☆اگر امام ابوحنیفہ ﷺ اور انکے تمام معاصرین کی عقلوں کا موازنہ کیا جائے تو امام اعظم ہی کی عقل وزنی نکلے گی۔(ایضاً)

ابو مطیع بلخی رحمہ اللہ:

☆میں نے حدیث و فقہ میں سفیان ثوری سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا تھا مگر جب میں نے امام ابوحنیفہ ﷺ کو دیکھا تو مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ فقہ میں امام اعظم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔(مناقب للموفق:۳۲۰)

ابن جریج رحمہ اللہ:

☆امام اعظم کے وصال کی خبر سن کر کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آج عالم اسلام سے علم چلا گیا۔ فقہ کا آفتاب غروب ہوگیا۔(ایضاً:۴۲۳)

☆بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں، بیشک وہ فقیہ ہیں۔(الخیرات الحسان:۱۰۸)

ابو عاصم حسن رحمہ اللہ:

☆آپ سے پوچھا گیا، امام ابوحنیفہ بڑے فقیہ ہیں یا سفیان ثوری؟ فرمایا، امام اعظم کا شاگرد اور غلام بھی سفیان ثوری سے زیادہ فقیہ ہے۔(مناقب للموفق:۳۲۰)

☆خدا کی قسم! وہ میرے نزدیک ابن جریج سے بھی زیادہ فقیہ ہیں، میں نے کسی شخص کو ان سے زیادہ فقہ پر قادر نہ پایا۔(الخیرات:۱۱۵)

وکیع بن الجراح رحمہ اللہ:

☆میں نے امام ابوحنیفہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر کوئی عابد و متقی دیکھا ہے۔(مناقب للموفق:۳۲۲)

☆میں جتنے لوگوں سے ملا ہوں، ان میں مجھے امام اعظم ﷺ کے فیصلے بھاری نظر آئے ہیں۔(ایضاً:۳۶۷)

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ:

☆میرے نزدیک حمزہ کی قرأت اور امام اعظم کی فقہ نہایت پسندیدہ ہیں اور میری اس رائے سے تمام اہل علم متفق ہیں۔(ایضاً:۳۲۳)

☆آپ سے پوچھا گیا، امام ابوحنیفہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا، اس قدر کافی ہے کہ امیر المومنین فی الحدیث، امام شعبہ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی اور امام شعبہ آخر امام شعبہ ہی ہیں۔(سیرۃ النعمان:۵۱)

☆ہمارے زمانے میں فقہاء صرف چار ہیں۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی۔ امام ابوحنیفہ حدیث اور فقہ میں ثقہ تھے، صادق تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین پر امین تھے۔(مناقب للموفق:۳۶۵)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ:

☆اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو امام ابوحنیفہ ﷺ پر کیونکہ وہ امام تھے۔

(جامع بیان العلم، ج۲:۱۶۳)

عبدالعزیز بن ابی رواد رحمہ اللہ:

☆ہمارے زمانے میں تمام لوگوں میں امام ابوحنیفہ ﷺ ہی حق کا معیار تھے جو ان سے محبت کرتا ہم اس سے محبت کرتے۔ جو ان سے دوستی کرتا ہم اس کے دوست بن جاتے مگر جو ان سے بغض کرتا تو ہمیں یقین ہو جاتا کہ یہ بدعتی اور گمراہ ہے۔

(مناقب للموفق:۳۲۳)

شفیق بن عتیبہ:

☆میری آنکھوں نے امام ابوحنیفہ کی مثل کسی کو نہ دیکھا۔(تبییض الصحیفہ :۳۴)

ابوعبدالرحمٰن المقری رحمہ اللہ:

☆آپ حدیث روایت کرتے وقت یوں فرماتے، حدثنا ابو حنیفة شاہ مردان۔ (مناقب للموفق:۳۲۴)

☆جب ہم امام اعظم ابوحنیفہ سے مروی کسی حدیث کو بیان کرتے تو ہم کہتے، حدثنا شاھنا۔ ہمارے بادشاہ نے ہم سے حدیث بیان فرمائی۔ (تبییض الصحیفہ :۳۰)

ابوحمزہ رحمہ اللہ:

☆امام ابوحنیفہ ﷺ پر مجھے تعجب ہوتا ہے کہ رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کھڑے رہتے ہیں اور دن بھر لوگوں کی مشکلات حل کرنے میں اور حدیث سکھانے میں مشغول رہتے ہیں۔(مناقب للموفق:۳۲۵)

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ:

☆امام اعظم اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں بلکہ فقہاء کے امام تھے۔ تقویٰ اور ورع میں آپ بے مثال تھے۔ اپنے مال کے ذریعے غریبوں کی مدد کرتے، جو سائل آتا اسے خالی نہ جانے دیتے۔ شب و روز عبادت میں اور علم سکھانے میں مصروف رہتے۔ کم گو اور خاموش طبع تھے۔ حلال و حرام کے مسائل پر تفصیل سے گفتگو فرماتے اور بادشاہ اور امراء کے مال سے دور رہتے تھے۔(ایضاً:۱۱۱)

امام اعمش رحمہ اللہ:

☆اے فقہائے اسلام! آپ لوگ عطار ہیں اور ہم دوا فروش مگر اے ابوحنیفہ! تم نے تو دونوں کنارے گھیر لیے۔(ایضاً:۱۲۳)

☆اگر علم فقہ صرف طلب اور ملاقات سے حاصل ہوتا تو میں آپ سے زیادہ فقیہ ہوتا لیکن فقہ تو اللہ کی عطا ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔(ایضاً:۴۰۳)

☆امام اعظم ﷺ نے کچھ ایسی علمی چیزیں پیش کی ہیں جو لوگ سمجھتے ہیں اور کچھ ایسی علمی چیزیں پیش کی ہیں جو لوگ نہیں سمجھتے اس لئے ان سے حسد کرتے ہیں۔(الخیرات الحسان:۱۱۲)

☆ان کے علم میں برکت دی گئی ہے۔(ایضاً:۱۱۲)

امام مغیرہ رحمہ اللہ:

☆امام ابوحنیفہ ﷺ کے درس میں بیٹھا کرو تم فقیہ بن جاؤ گے۔ اگر آج امام ابراھیم نخعی ﷺ زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ کی صحبت اختیار کرتے۔(مناقب للموفق:۳۲۷)

مسعر بن کدام رحمہ اللہ:

☆میں نے امام ابوحنیفہ ﷺ جیسا کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ کوفہ میں دو لوگوں سے حسد کیا جاتا ہے، امام اعظم سے ان کی فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح سے زہد و عبادت کی وجہ سے۔(مناقب للموفق:۳۲۹)

☆جس نے اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان امام ابوحنیفہ کو ڈال دیا، مجھے امید ہے اس کو کوئی ڈر نہ ہوگا اور اسے زائد احتیاط کی حاجت باقی نہ رہے گی۔ (الخیرات:۱۱۰)

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 8/18

یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ:

☆ امام ابوحنیفہ ﷺ نے فقہ میں ایسا اجتہاد کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح راہ دکھائی اور خواص وعوام نے ان کے علوم سے استفادہ کیا۔ امام شریک اور کوفہ کے دوسرے علماء ان کے سامنے طفلِ مکتب نظر آتے تھے جیسے بادشاہ کے سامنے غلام۔ (ایضاً: ۳۳۵)

عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ:

☆ میں نے امام ابوحنیفہ ﷺ کو قضاۃ العلماء پایا یعنی وہ تمام محدثین اور فقہاء کے امام یا چیف جسٹس تھے۔ اگر کوئی شخص تمہیں امام اعظم کے خلاف بات کرتا ہوا ملے تو اس کی فضول باتوں کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دو۔ (ایضاً: ۳۴۱)

خارجہ بن مصعب رحمہ اللہ:

☆ میں اپنی زندگی میں ہزاروں علماء وفقہاء سے ملا ہوں مگر ان میں مجھے صرف تین چار حضرات صاحبِ علم وبصیرت ملے۔ ان سب میں بلند پایا امام ابو حنیفہ ﷺ ہیں آپ کے سامنے تمام فقیہانِ علم طفلِ مکتب دکھائی دیتے تھے۔ آپ کا علم، فقہی بصیرت، زہد وتقویٰ سب پر حاوی تھا۔ (ایضاً: ۳۴۵)

ابراہیم بن رستم رحمہ اللہ:

☆ جس کو اپنی زندگی میں امام ابوحنیفہ ﷺ کا علم حاصل نہیں ہوا، میرے نزدیک وہ جاہل ہے۔ (مناقب للموفق: ۳۴۶)

یزید بن ابراہیم رحمہ اللہ:

☆ آپ سے پوچھا گیا، ایک عالم کب فتویٰ دینے کے قابل ہوتا ہے؟ فرمایا، جب وہ امام ابوحنیفہ ﷺ جیسا صاحبِ علم وبصیرت ہو جائے۔ عرض کی گئی، یہ تو ممکن نہیں۔ فرمایا، پھر ان کی کتابیں یاد کرے، ان پر گہری نظر رکھے اور ہر مسئلہ میں ان سے رہنمائی حاصل کرے۔ (ایضاً: ۳۴۴)

محمد بن میمون رحمہ اللہ:

☆ امام ابوحنیفہ ﷺ کے زمانے میں ان سے زائد عالم، متقی، زاہد، عارف اور فقیہ کوئی نہ تھا۔ خدا کی قسم! مجھ کو ان سے علمی باتیں سننے کی بجائے کوئی شخص اگر ایک لاکھ دینار بھی دیتا تو مجھے خوشی نہ ہوتی۔ (الخیرات الحسان: ۱۱۴)

ابراہیم بن فیروز رحمہ اللہ:

☆ میرے والد نے بتایا کہ میں نے امام ابوحنیفہ ﷺ کو مسجد حرام میں بیٹھے دیکھا، آپ کے اردگرد مشرق ومغرب کے علماء حلقہ باندھے بیٹھے تھے۔ آپ انھیں فتویٰ جاری کر رہے تھے حالانکہ حرمین شریفین میں بڑے بڑے علماء وفقہاء موجود تھے مگر امام اعظم کا فتویٰ سب کے لئے معتبر تھا۔ (مناقب للموفق: ۳۵۴)

مقاتل بن حیان رحمہ اللہ:

☆ میں امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ کی مجالس میں بیٹھا کرتا تھا، آپ جیسا صاحبِ بصیرت اور امورِ شریعت پر غور وفکر کرنے والا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔ مقاتل سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ جواب دینے کے بعد فرماتے، یہ کوفہ وشام کے امام ابوحنیفہ ﷺ کا قول ہے۔ (ایضاً: ۳۵۵)

شقیق بلخی رحمہ اللہ:

☆ آپ امام اعظم کا بکثرت ذکر کرتے اور ان کی تعریف کرتے رہتے۔ لوگوں نے عرض کی، آپ ہمیں ایسی بات بتائیں جس سے ہمیں فائدہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا، افسوس تم نے امام ابوحنیفہ ﷺ کے ذکر کو فائدہ مند نہیں سمجھا۔ یاد رکھو امام ابوحنیفہ کا ذکر کرنا اور ان کی تعریف کرنا افضل اعمال سے ہے۔ (ایضاً: ۳۵۸)

قاضی شریک نخعی رحمہ اللہ:

☆ امام ابوحنیفہ ﷺ خاموش مزاج، مفکر ومدبر، فقہ میں دقیق نظر رکھنے والے، علمی وعملی باریک استنباطات کرنے والے اور لطیف بحث کرنے والے تھے۔

(الخیرات الحسان: ۱۱۵)

ابومعاذ بلخی رحمہ اللہ:

☆ میں نے امام اعظم ﷺ سے بڑھ کر کوئی عالم وفقیہ نہ پایا۔ جسے امام اعظم کی مجلس میسر نہیں ہوئی وہ علم میں ناکمل اور مفلس رہا۔ (مناقب للموفق: ۳۵۷)

داؤد طائی رحمہ اللہ:

☆ امام اعظم ہدایت کا چمکتا ہوا ستارہ ہیں۔ ان سے راہ ہدایت پر چلنے والے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کا علم وہ ہے جسے اہل ایمان کے قلوب قبول کرتے ہیں۔ (الخیرات الحسان: ۱۱۵)

امام شعبہ رحمہ اللہ:

☆ جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے اسی یقین کے ساتھ میں کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابوحنیفہ ہم نشین اور ساتھی ہیں۔ (سیرۃ النعمان: ۵۱)

☆ آپ کو امام ابوحنیفہ کے وصال کی خبر ملی تو فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ افسوس! کوفہ سے علم کی روشنی بجھ گئی۔ اب ان جیسا کوئی پیدا نہ ہوگا۔ (مناقب للموفق: ۳۶۲)

☆ خدا کی قسم! آپ بہترین سمجھ اور اچھے حافظے والے تھے اس لئے لوگوں نے ان کی ایسی باتوں پر اعتراضات کئے جو آپ ان لوگوں سے زائد جانتے تھے۔ بخدا وہ ان کی سزا اللہ تعالیٰ کے پاس پائیں گے۔ امام شعبہ، امام ابوحنیفہ کے حق میں بہت زیادہ دعا فرماتے تھے۔ (الخیرات الحسان: ۱۱۳)

سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ:

☆ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ ﷺ کی وساطت سے علم کی روشنیاں لوگوں کے دلوں میں بھر دی ہیں۔ فقہ کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں جسے آپ نے احادیث کی روشنی میں بیان نہ کیا ہو۔ (مناقب للموفق: ۳۶۳)

محمد بن المروزی رحمہ اللہ:

☆ اللہ تعالیٰ امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ پر رحمت فرمائے، اُن کی زبان جب کھلتی ہے، حق بولتی ہے۔ (ایضاً: ۳۶۸)

نضر بن شمیل رحمہ اللہ:

☆ لوگ فقہ کے معاملے میں خوابِ غفلت میں تھے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہ ﷺ نے ان کو بیدار کیا اور فقہ کو خوب واضح کر کے بیان فرما دیا۔ (الخیرات الحسان: ۲۹)

سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ:

☆ آپ جب ارشاد فرماتے تو یوں محسوس ہوتا کہ سمندر کی تہہ سے موتی نکالنے والے غوطہ خور نے لوگوں کے سامنے موتیوں کے ڈھیر سجا دیے ہیں۔ (مناقب للموفق: ۴۰۱)

ابن زیاد حسن رحمہ اللہ:

امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ فقہ کا ایسا سمندر تھے جس کا کنارہ نہ تھا اور جس کی گہرائی کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (ایضاً: ۳۳۸)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ:

☆ میرا تمام علم فقہ، امام ابوحنیفہ ﷺ کے علم فقہ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے دریائے فرات کی موجوں کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی نہر ہو............ میں نے احادیث کی تفسیر کرنے میں امام اعظم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ (مناقب للموفق: ۳۳۷)

☆ امام ابوحنیفہ ﷺ اپنے اسلاف کے جانشیں تھے، خدا کی قسم! انہوں نے روئے زمین پر اپنے جیسا عالم وفقیہ نہیں چھوڑا۔ (الخیرات الحسان: ۱۱۱)

شداد بن حکیم رحمہ اللہ:

☆ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر امام ابوحنیفہ ﷺ اور انکے شاگردوں کی شکل میں انعامات نہ فرماتا تو ہم عملی طور پر مفلس اور محروم رہ جاتے۔ نہ ہم احادیث کو سمجھ پاتے اور نہ دین کے مسائل سے صحیح واقف ہوتے۔ (ایضاً: ۳۶۰)

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 9/18

حماد بن سلمہ رحمہ اللہ:

☆امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے عمدہ اور احسن فتوی دینے والے تھے۔

(تبییض الصحیفہ:۳۴)

عیسیٰ بن یونس رحمہ اللہ:

☆جو شخص بھی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرے، تم ہرگز اس کی تصدیق نہ کرو۔ خدا کی قسم! میں نے ان سے افضل، ان سے زائد متقی اور ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان:۱۱۱، الانتقاء:۱۳۶)

امام سیدی علی خواص شافعی رحمہ اللہ:

☆امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے علوم انتہائی دقیق ہیں، انہیں صرف بلند مرتبہ اہلِ کشف اولیاء ہی سمجھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج۱:۱۲۳)

ابن خلدون رحمہ اللہ:

☆امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ علم حدیث کے بڑے مجتہدین میں سے ہیں۔ اسکی ایک دلیل یہ ہے کہ انکے مذہب پر اعتماد کیا جاتا ہے اور ردّ و قبول میں ان پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

(مقدمہ:۴۴۵)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ:

☆وہ امام ہیں، عراق کے فقیہ، اسلام کے اماموں میں سے اور بڑی شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج۱۰:۱۰۷)

امام محمد غزالی رحمہ اللہ:

☆امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ عابد و زاہد اور عارف باللہ تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور اپنے علم سے صرف اُس کی رضا چاہتے تھے۔ (احیاء العلوم ج۱:۹۸)

امام شعرانی شافعی رحمہ اللہ:

☆تم علم کے بغیر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں بدگوئی کرنے والوں سے بچو ورنہ دنیا اور آخرت میں نقصان اٹھاؤ گے کیونکہ امام اعظم قرآن و حدیث کے پابند تھے اور رائے سے بیزار تھے۔ جو امام اعظم کے مذہب کی تحقیق کرے گا وہ اسے سب سے زیادہ احتیاط والا پائے گا اور جو اسکے سوا کچھ اور کہے، وہ جاہل ہے۔

(کتاب المیزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱:۶۳)

حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ:

☆اماموں کے امام، اہلسنت کے پیشوا، فقہاء کا شرف اور علماء کی عزت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ مجاہدہ و عبادت میں ثابت قدم بزرگ تھے اور تصوف و طریقت میں بھی بڑی شان کے مالک تھے۔ (کشف المحجوب:۱۶۲)

امام ذہبی شافعی رحمہ اللہ:

☆امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام اعظم ہیں، فقیہِ عراق ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج۱:۱۵۸)

☆رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ وَاَرْضَاہُ۔ ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اور وہ آپ کو راضی کرے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ:۷)

☆☆☆☆

باب شش دہم (16)

مذہبِ حنفی کی وجہِ ترجیح:

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ملتِ اسلامیہ پر احسانِ عظیم ہے کہ آپ نے سب سے پہلے قواعدِ اجتہاد اور اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی اور مسلمانوں کی راہنمائی کے لیے فقہ کو مرتب کیا جسے ہم فقہ حنفی یا مذہبِ حنفی کے نام سے جانتے ہیں۔

حنفی مذہب کو دیگر مذاہبِ ثلاثہ پر جو فوقیت اور برتری حاصل ہے اس کے چند اہم نکات پیشِ خدمت ہیں۔

1۔ حنفی مذہب، حدیث ہے:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں،

"جمہور محدثین کے نزدیک نبی کریم ﷺ کا قول حدیثِ قولی ہے، آپ ﷺ کا فعل حدیثِ فعلی ہے اور اسی طرح جو کام آپ ﷺ کے سامنے کسی نے کیا اور آپ نے اس سے نہ روکا اور سکوت فرمایا، وہ حدیثِ تقریری ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال، افعال اور ان کا کسی کام سے نہ روکنا بھی احادیث ہیں"۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ تابعی کا قول حدیثِ قولی ہے، اسکا فعل حدیثِ فعلی ہے اور اسکا کسی کے قول یا فعل پر سکوت فرمانا حدیثِ تقریری ہے، تو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول، فعل اور سکوت بھی حدیث قرار پایا کیونکہ آپ تابعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہ میں سے یہ فضیلت صرف امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی کو عطا فرمائی۔

آپ ۷۰ھ یا ۷۷ھ یا ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، کئی صحابہ کا زمانہ پایا، بیس سے زائد صحابہ کرام کی زیارت کی اور یہ بات بھی صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام سے بلا واسطہ احادیث سنی ہیں۔ اس پر تفصیلی گفتگو پہلے ہی کی جاچکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذہبِ حنفی درحقیقت حدیث ہی ہے۔

2۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا:

یہ بات کتاب کے آغاز ہی میں تحریر کی گئی کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دادا اپنے نومولود بیٹے ثابت کو لیکر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انکے لیے اور انکی اولاد کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں، **نحن نرجوا ان یکون اللہ تعالیٰ قد استجاب لعلی فینا**۔ "ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا ہمارے حق میں ضرور قبول فرمائی ہے"۔ (تبییض الصحیفہ:۵)

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعاؤں کا ثمر ہے کہ حضرت ثابت رحمہ اللہ کے گھر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور امام الاولیاء شیرِ خدا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دعائے برکت کی مقبولیت کی دلیل ہے کہ رب تعالیٰ نے مذہبِ حنفی کو عالمِ اسلام کا سب سے بڑا مذہب بنادیا۔ محدث علی قاری نے گیارھویں صدی ہجری میں حنفی مذہب کے مقلدین کو تمام اہلِ اسلام کا دوتہائی قرار دیا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱:۲۴)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

"کسی تکلف اور تعصب کے بغیر کہا جاسکتا ہے کہ کشف کی نظر میں مذہب حنفی ایک عظیم دریا کی صورت میں نظر آتا ہے اور دوسرے مذاہب نہروں کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔ ظاہری نظر سے بھی دیکھا جائے تو امتِ مسلمہ کا سوادِ اعظم امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا پیروکار ہے"۔ (مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب ۵۵)

3۔ نبوی بشارات:

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کی فضیلت اور فوقیت کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ آپ کے علم و فضل کی تعریف میں احادیثِ مبارکہ موجود ہیں جن کا تفصیلی ذکر کتاب کے آغاز ہی میں کیا جاچکا ہے۔ اس کا خلاصہ ملاحظہ ہو:۔

بخاری و مسلم میں آقا و مولیٰ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے، لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَہٗ رِجَال" مِنْ فَارِسَ۔

اور صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، لَوْ کَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَالثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِہٖ رَجُل" مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰی یَتَنَاوَلَہٗ۔

"اگر ایمان ثریا کے پاس ہو تو مردانِ فارس میں سے ایک شخص اس تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کرلے گا"۔

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 10/18

امام سیوطی شافعی اور دیگر ائمہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے بخاری ومسلم کی ان حادیث سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہی کو مراد لیا ہے کیونکہ فارس کے علاقوں سے کوئی ایک شخص بھی امامِ اعظم جیسے علم وفضل کا حامل نہ ہوا اور نہ ہی کسی کو آپ جیسا بلند مقام نصیب ہوا۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں آقا ومولیٰ ﷺ کے اس ارشاد سے بھی استدلال ہوسکتا ہے کہ:۔ انہ قال ترفع زینة الدنیا سنة خمسین ومائة ۔ ''دنیا کی زینت ایک سو پچاس سن ہجری میں اٹھالی جائے گی''۔ اس حدیث کی شرح میں شمس الائمہ امام کردری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر صادق آتی ہے کیونکہ نامور ائمہ دین میں سے آپ ہی کا انتقال اس سن میں ہوا۔ (الخیرات الحسان:۵۳)

4۔ صحیح حدیث مذہبِ حنفی ہے:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، ''جو حدیث صحیح ہو وہی میرا مذہب ہے''۔

چونکہ آپ نے بلاواسطہ صحابہ کرام سے احادیث سنیں یا تابعین کرام سے، اور ان میں کوئی راوی ضعیف نہیں اس لیے آپ تک پہنچنے والی تمام احادیث صحیح ہیں اور آپ کا مذہب صحیح احادیث کے مطابق ہے۔

مذہبِ شافعی کے مقلد امام شعرانی رحمہ اللہ کی گواہی ملاحظہ کیجیے۔ آپ فرماتے ہیں،

''اگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ اور رسول کریم ﷺ کے درمیان راوی صحابہ اور تابعین ہیں تو پھر امامِ اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امامِ اعظم کے وصال کے بعد کے راوی ہیں اور انہوں نے اس حدیث کو امامِ اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیونکہ امامِ اعظم کی اسانید ثلاثہ میں جتنی احادیث ہیں، وہ سب صحیح ہیں کیونکہ اگر وہ احادیث صحیح نہ ہوتیں تو امامِ اعظم ان سے کبھی استدلال نہ کرتے۔ اور امامِ اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کسی راوی کی طرف جھوٹ کی نسبت کی گئی ہو تو اس سے امامِ اعظم کی حدیث کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد وامام نے استدلال کیا ہے اسلیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اسکو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو۔

جب تک امامِ اعظم کی مسانید ثلاثہ میں انکے مذہب کی دلیل دیکھ نہ لی جائے اور یہ یقین نہ ہوجائے کہ انکی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے اسوقت تک انکے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ انکے بعد کے علمائے احناف نے مذہبِ حنفی پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو لیکن امام اعظم رضی اللہ عنہ کا دامن اس سے بری ہے''۔

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱:۶۵ طبع مصر)

5۔ قرآن حکیم سے مطابقت:

مذہبِ حنفی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جو احکام قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں اور جن میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے ان میں امامِ اعظم رضی اللہ عنہ جو پہلو اختیار کرتے ہیں وہ نہایت مضبوط دلائل پر مبنی اور اصولِ عقل کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ ہم اگلے عنوان ''مذہبِ حنفی اور قرآن'' کے تحت یہ ثابت کریں گے کہ فقہ حنفی کے مسائل قرآنی آیات سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں اس سے یہ بھی ثابت ہوجائے گا کہ امامِ اعظم کو اجتہاد میں دیگر ائمہ کرام پر نمایاں فضیلت حاصل ہے۔

6۔ حدیث کی اتباع:

اسی طرح امام اعظم رضی اللہ عنہ حدیث کی اتباع اور سنت کی پیروی میں دیگر ائمہ سے بہت آگے ہیں۔ اسکے دلائل یہ ہیں:۔

﴿۱﴾ امام اعظم رضی اللہ عنہ حدیثِ مرسل کو حجت مانتے ہیں اور اسے قیاس پر مقدم جانتے ہیں جبکہ امام شافعی رضی اللہ عنہ حدیث مرسل پر قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

﴿۲﴾ قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس موثر، قیاس مناسب، قیاس شبہہ، قیاس طرد۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ صرف قیاسِ موثر کو حجت مانتے ہیں جبکہ امام شافعی رضی اللہ عنہ قیاس کی ان چاروں قسموں کو حجت مانتے ہیں۔

﴿۳﴾ امام اعظم رضی اللہ عنہ کو احادیث کی اتباع سے اسقدر محبت ہے کہ قیاس کے مقابلے میں ضعیف احادیث پر بھی عمل فرماتے ہیں۔

7۔ فطرت کا لحاظ:

اسلام، دینِ فطرت ہے اس بناء پر ایسے مسائل میں جہاں کوئی نص موجود نہ ہو یا روایات مختلف ہوں تو مذہبِ حنفی میں عام طور پر فطری تقاضوں کو وجہ ترجیح قرار دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مسواک کے متعلق عند کل صلاۃ کی روایت کے مقابلے میں عند کل وضوء کو اس لیے ترجیح حاصل ہے کہ یہ روایت فطری تقاضے کے قریب تر ہے۔ چونکہ مسواک فطری طور پر منہ اور دانتوں کی صفائی کے کام آتی ہے اور صفائی طہارت کا جزو ہے اس لیے احناف کے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے۔

اسی طرح مذہبِ حنفی میں نماز میں قیام کے دوران ہاتھ ناف پر رکھنے کے مقابلے میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو ترجیح حاصل ہے کیونکہ فطری طور پر انسان تعظیم کے موقع پر ہاتھ سیدھے کر کے ناف سے نیچے رکھتا ہے۔ یونہی مطلقہ بائنہ عورت کے لیے دیگر ائمہ کرام کے برعکس احناف، نان نفقہ اور رہائش کو واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ فطری تقاضا ہے کہ اپنے حق میں کسی کو پابند کرنے والا، اس پابند شخص کی ضروریات کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بقول نعمانی کے، ''حنفی فقہ جس قدر اصولِ عقلی کے مطابق ہے اور کوئی فقہ نہیں''۔ تفصیل کے لیے امام طحاوی رحمہ اللہ کی شرح معانی الآثار ملاحظہ فرمائیں۔

8۔ آسانی اور سہولت:

فرمانِ الٰہی، یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا) کے مصداق امام اعظم نے فرض اور حرام کی تعریفات میں سخت قیود لگا کر لوگوں کے لیے آسانی پیدا کی ہے۔ آپ کے نزدیک فرض وحرام کا اثبات ایسی نص سے ہوتا ہے جو ثبوت اور دلالت دونوں اعتبار سے قطعی ہو۔ اسی طرح امام اعظم کے وضع کردہ دیگر اصولوں کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حنفی فقہ دیگر فقہوں کے مقابلے میں نہایت آسان اور نرمی پر مبنی ہے۔

مثلاً قرآن میں مطلقاً رکوع اور سجدے کا ذکر ہے اس لیے رکوع کے لیے منہ کے بل جھک جانا اور سجدے کے لیے زمین پر پیشانی لگا دینا کافی ہے۔ اس سے زائد کوئی کیفیت مثلاً اطمینان کے ساتھ ٹھہرنا یا اعتدال فرض نہ ہوگا۔

اسی طرح امام اعظم نے ہر نماز کی ادائیگی کے لیے اسی وقت کو افضل فرمایا ہے جس میں فطری طور پر انسان کے لیے سہولت ہے۔ جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک ہر نماز میں جلدی افضل ہے۔ یونہی چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے۔ امام صاحب نے چوری میں ہاتھ کاٹنے کی سزا کو ایک حد تک گرانقدر مال کی چوری سے مشروط کیا ہے۔ احناف کے علاوہ دیگر مذاہب کے علماء کی رائے یہی ہے، کہ لوگوں کے لیے آسانی اور سہولت امام اعظم ہی کی فقہ میں ہے۔ (المیزان الکبریٰ)

9۔ جامعیت:

کسی ضابطے کا اپنی تمام جزئیات پر یکساں منطبق ہونا جامعیت کہلاتا ہے۔ احناف کا اصول یہ ہے کہ اگر نص کے مختلف معانی یا متعدد روایات ہوں تو اس کا وہ معنیٰ یا وہ روایت قابلِ ترجیح ہوگی جس میں جامعیت ہو۔ مثال کے طور پر امام کے پیچھے قرأت کرنے سے متعلق دو روایات ہیں۔ ایک میں ہے، ''سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی''۔ اور دوسری میں ہے، ''جو امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے''۔

اگر مقتدی کے لیے پہلی روایت پر عمل ضروری سمجھا جائے تو جامعیت نہ ہوگی کیونکہ جہری نماز میں فاتحہ کے بعد یا رکوع میں کوئی مقتدی جماعت میں شامل ہوا تو اسکے لیے سورہ فاتحہ پڑھنا ممکن نہیں۔ لہٰذا یہ حکم جامع نہ رہا۔ اگر مقتدی کے لیے دوسری روایت پر عمل ضروری مانا جائے تو یہ حکم جامع رہے گا۔ کیونکہ یہ فاتحہ کے دوران یا بعد یا رکوع میں شامل ہونے والے تمام افراد کو جامع ہے۔ پس مقتدی کے لیے دوسری روایت کو ترجیح ہوگی۔

10۔ احتیاط اور تقویٰ:

مذاہبِ ثلاثہ کی نسبت امام اعظم کے مذہب میں احتیاط وتقویٰ کا پہلو بہت نمایاں ہے۔ گویا جن معاملات میں ائمہ کا اجتہادی اختلاف ہے ان میں اگر امام اعظم کے موقف کا تجزیہ کیا جائے تو آپ کا نکتۂ نظر ہی مبنی بر احتیاط نظر آئے گا۔ مثلاً خون بہہ جانے یا نکسیر پھوٹ نکلنے سے امام اعظم کے نزدیک وضو

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 11/18

ٹوٹ جاتا ہے جبکہ بعض کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ البتہ کسی کے نزدیک بھی خون بہنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا منع نہیں۔ اگر دوبارہ وضو نہ کیا جائے تو مذہبِ حنفی کے مطابق نماز نہ ہوگی۔ اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ دوبارہ وضو کرلیا جائے تاکہ سب کے نزدیک نماز ہوجائے۔

اسی طرح بعض ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں جبکہ امام اعظم کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں۔ ایک رکعت وتر والے تین رکعت وتر کے بھی قائل ہیں۔ پس اگر کوئی ایک رکعت پڑھے تو امت کے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز نہ ہوگی جبکہ تین رکعت پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز وتر ہوجائے گی۔ یونہی اگر کوئی آٹھ تراویح پڑھے تو صحابہ کرام اور ائمہ دین کے نزدیک اسکی نماز تراویح نہ ہوگی جبکہ بیس رکعت پڑھنے سے سب کے نزدیک تراویح ادا ہوجائے گی۔

اسی طرح امام اعظم کے نزدیک کنویں میں کوئی جانور گر کر مرجائے تو کنواں ناپاک ہوجاتا ہے، اب وہ پانی نکالنے سے پاک ہوگا جبکہ بعض کے نزدیک کنواں ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ نہ بدل جائے۔ احتیاط اور تقویٰ یقیناً کنویں سے پانی نکالنے میں ہے جس کو کوئی بھی ناجائز نہیں کہتا اور یوں سب کے نزدیک اس پانی سے وضو و غسل جائز ہوگا۔ پس مذہبِ حنفی زیادہ احتیاط اور تقویٰ پر مبنی ہے۔

11۔ شورائی مذہب:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ۔ ''اور اُن کا کام اُن کے آپس کے مشورے سے ہے''۔ (الشوریٰ: ۳۸، کنزالایمان)

قرآن مجید نے یہ بتایا ہے کہ صحابہ کرام کے معاملات باہمی مشوروں سے طے ہوتے تھے۔ حضرت امام حسن ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے، ''جو قوم مشورہ کرتی ہے وہ صحیح راہ پر پہنچتی ہے''۔ (تفسیر خزائن العرفان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک سوال کے جواب میں رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا، **شاوروا فیه الفقهاء العابدین ولا تمضوا فیه رای خاصة**۔ ''جس مسئلے میں قرآن و سنت میں واضح حکم نہ ہو، اس میں تم عبادت گذار فقہاء سے مشورہ کرلیا کرو اور کسی کی شخصی رائے پر نہ چلو''۔ (مجمع الزوائد، جلد اول باب الاجماع)

قرآن و حدیث کے ان احکامات کی پیروی کرتے ہوئے امام اعظم ﷺ نے فقہ حنفی کی تدوین کے لیے چالیس جید فقہاء پر مشتمل ایک مجلس قائم کر رکھی تھی۔ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپ ان سے مشورہ اور تبادلۂ خیال کرتے، انکے دلائل سنتے اور اپنے دلائل پیش کرتے یہانتک کہ مسئلہ طے ہوجاتا اور اسے تحریر کرلیا جاتا۔

امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ نے اپنے مذہب کی اساس اپنے تلامذہ کی شوریٰ پر رکھی اور ان پر اپنی رائے مسلط نہ کی، اس سے آپ کا مقصد دین میں احتیاط اور اللہ عزوجل اور اسکے محبوب رسول ﷺ سے پرخلوص تعلق میں انتہائی حد تک کوشاں رہنا تھا۔

گویا فقہ حنفی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ انفرادی نہیں بلکہ شورائی فقہ ہے جبکہ دیگر ائمہ کرام کی فقہ انکے انفرادی اجتہاد کا نتیجہ ہے۔

مذہبِ حنفی اور قرآن:

''ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید کی تمام آیتیں جن سے کوئی مسئلہ فقہی مستنبط کیا گیا ہے ان کے وہی معنی صحیح اور واجب العمل ہیں جو امام ابوحنیفہ نے قرار دیے ہیں۔ قرآن مجید میں احکام کی آیتیں سو سے متجاوز ہیں اس لیے ان کا تجزیہ تو نہیں کرسکتے البتہ مثال کے طور پر متعدد مسائل کا ذکر کرتے ہیں جن سے ایک عام اجمالی خیال قائم ہوسکتا ہے''۔

وضو کا حکم قرآن کریم کی اس آیت میں وارد ہوا ہے،

یا یها الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوة فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برء وسکم وارجلکم الی الکعبین۔

''اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ، اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ''۔ (المائدۃ: ۶، کنزالایمان)

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ دو فرض کا اور اضافہ کرتے ہیں۔ یعنی نیت اور ترتیب، امام مالک رحمہ اللہ بجائے ان کے موالاۃ کو فرض کہتے ہیں۔، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ وضو کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے اور اگر قصداً نہ کہا تو وضو باطل ہے۔

امام صاحب کا استدلال ہے کہ آیت میں صرف چار حکم مذکور ہیں اس لیے جو چیز ان احکام کے علاوہ ہے وہ فرض نہیں ہوسکتی۔ نیت و موالات و تسمیہ کا تو آیت میں کہیں وجود نہیں۔ ترتیب کا گمان البتہ واؤ کے حرف سے پیدا ہوتا ہے لیکن علمائے عربیت نے محققاً طے کردیا ہے کہ واؤ کے مفہوم میں ترتیب داخل نہیں''۔

علامہ عبداللہ بن احمد نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''رکوع و سجود کے حکم میں تعدیلِ ارکان کو فرض کے درجے میں شامل کرنا جائز نہیں، اسی طرح آیتِ وضو میں اعضاء کو پے در پے دھونا، ترتیب کے ساتھ دھونا، آغاز میں بسم اللہ پڑھنے اور نیت کرنے کو شرط قرار دینا صحیح نہیں ہے''۔ (المنار متن نور الانوار، ج۱: ۳۰)

اس عبارت سے واضح ہورہا ہے کہ خبرِ واحد سے قرآنی حکم پر اضافہ فرض یا شرط کے طور پر جائز نہیں مگر وجوب اور استحباب کے درجے میں جائز ہے۔ تعدیل ارکان سے مراد رکوع، سجود، قومہ اور جلسہ میں اطمینان کے ساتھ ٹھہرنا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ واجب ہے مگر فرض یا شرط نہیں کیونکہ یہ خبر واحد سے ثابت ہے۔

اسی طرح وضو میں ترتیب، تسمیہ اور نیت بھی خبر واحد سے ثابت ہیں اس لیے یہ وضو کی سنتوں میں سے ہیں، فرائض یا شرائط میں سے نہیں کیونکہ انکا ثبوت آیت قرآنی یا خبر متواتر سے نہیں ہے۔

''امام رازی نے تفسیر کبیر میں ترتیب کی فرضیت کے لیے متعدد دلیلیں پیش کی ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ ان کا رتبہ تاویل سے بڑھ کر نہیں۔ بڑا استدلال یہ ہے کہ **فاغسلوا وجوهکم** میں حرف فا تعقیب کے لیے ہے جس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ منہ کا پہلے دھونا فرض ہے جب ایک رکن میں ترتیب ثابت ہوئی تو باقی ارکان میں بھی ہونی چاہیئے۔ دوسری دلیل یہ لکھی ہے کہ وضو کا حکم خلافِ عقل حکم ہے۔ اس لیے اس کی تعمیل بھی اسی ترتیب سے فرض ہونی چاہیے جس طرح آیت میں مذکور ہے کیونکہ وضو کا حکم جس طرح خلافِ عقل ہے ترتیب بھی خلافِ عقل ہے۔ امام رازی کی یہ دلیلیں جس رتبہ کی ہیں، خود ظاہر ہیں اس پر ردّ و قدح کی ضرورت نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس کے مخالف ہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کرتے ہیں،

وان کنتم مرضیٰ او علیٰ سفرٍ او جاء احد منکم من الغائط او لٰمستم النساءَ فلم تجدوا ماءً فتیمموا۔

یعنی ''اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کسی شخص غائط سے آئے یا تم نے عورت کو چھوا ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تم تیمم کرلو''۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ عورت کے چھونے سے جماع و مقاربت مراد ہے۔ اور یہ قرآن مجید کا عام طرز ہے کہ ایسے امور کو صریحاً تعبیر نہیں کرتا۔ لطف یہ ہے کہ اسی لفظ کا ہم معنی لفظ 'مس' جس کے معنی چھونے کے ہیں خدا نے اس آیت میں **مَا لَمْ تَمَسُّوْ ھُنَّ** جماع کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ اور خود امام شافعی تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں جماع ہی مقصود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں ملامستہ کے ظاہری معنی لینے ایسی غلطی ہے جو ہرگز اہل زبان سے نہیں ہوسکتی۔ اس آیت میں غائط کا لفظ بھی تو ہے اس کو تمام مجتہدین کنایہ قرار دیتے ہیں ورنہ ظاہری معنی لیے جائیں تو لازم آئے کہ جو شخص نشیبِ زمین سے ہوکر آئے، اس پر وضو کرنا واجب ہے۔

میری رائے میں اگرچہ امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ عورت کے چھونے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن اس کا استدلال اس آیت پر نہیں ہے کہ وہ حدیث سے استناد کرتے ہونگے، غالبًا اُنکے بعد ان کے مقلدوں نے حنفیہ کے مقابلے کے لیے آیت سے استدلال کیا اور اس کو امام شافعی کی طرف منسوب کردیا۔

امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ ایک تیمم سے کئی فرض ادا ہوسکتے ہیں، امام مالک و امام شافعی کی رائے ہے کہ ہر فرض کے لیے نیا تیمم کرنا چاہیے۔ امام صاحب کا استدلال ہے کہ جو حیثیت وضو کے حکم کی ہے وہی تیمم کی ہے۔ اور جب ہر نماز کے لیے نئے وضو کی ضرورت نہیں تو تیمم کی تجدید کی بھی

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 12/18

ضرورت نہیں۔البتہ جن لوگوں کا مذہب ہے کہ ایک وضو سے کئی نمازیں ادا نہیں ہوسکتیں وہ تیمّم کی نسبت بھی یہ حکم لگا سکتے ہیں لیکن وضو اور تیمّم میں تفریق کرنی جیسا کہ امام شافعی وغیرہ نے کی محض بے وجہ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ اثنائے نماز میں متیمم کو اگر پانی مل جائے تو تیمّم جاتا رہے گا۔امام مالک و امام احمد بن حنبل اس کے مخالف ہیں امام صاحب کا استدلال یہ ہے کہ قرآن میں تیمّم کا جواز اس قید کے ساتھ مشروط ہے کہ لَمْ تَجِدُوْا مَاءً یعنی جب پانی نہ ملے۔ صورتِ مذکورہ میں جب شرط باقی نہ رہی تو مشروط بھی باقی نہیں رہا''۔(سیرۃ النعمان:۳۰۲تا۳۰۵)

''امام صاحب کا مذھب ہے کہ قرأتِ فاتحہ ضروری نہیں،امام شافعی و امام بخاری وجوب کے قائل ہیں،امام صاحب اس آیت سے استدلال کرتے ہیں،یعنی''جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو''۔

اگرچہ اس آیت سے سرّی نمازوں میں بھی ترکِ قرأت کا حکم ثابت ہوتا ہے لیکن جہری نماز کے لئے تو وہ نص قاطع ہے جس کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ۔تعجب ہے کہ شافعیہ نے ایسی صاف اور صریح آیت کے مقابلہ میں حدیثوں سے استدلال کیا ہے۔حالانکہ حدیثیں جو اس باب میں داخل ہیں وہ خود متعارض ہیں۔جس درجہ کی وجوبِ قرأت کی حدیثیں ہیں اسی درجہ کی ترکِ قرأت کی حدیثیں بھی ہیں۔

امام بخاری نے اس بحث میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ آیت کے استدلال کا جواب دیں لیکن جواب ایسا دیا ہے جس کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے''۔

(سیرۃ النعمان:۳۰۶)

ایک اہم مسئلہ تین طلاقوں کا ہے۔چاروں ائمہ مجتہدین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص ایک ہی بار تین طلاق دے دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور پھر رجعت نہ ہو سکے گی۔ان میں صرف اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس طرح طلاق دینا جائز اور مشروع ہے یا نہیں۔امام شافعی ؓ کے نزدیک مشروع ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ ؓ کے نزدیک یہ حرام اور ممنوع ہے اور اسطرح طلاق دینے والا گنہگار ہے۔

سیدنا امام اعظم ؓ کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے،**الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان**۔(البقرۃ:۲۲۹)

''یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے(یعنی رجعت کر لینا ہے) یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے''۔

امام اعظم ؓ کا موقف یہ ہے کہ اس آیت میں طلاق کا جو طریقہ بتایا گیا صرف یہی شرعی طلاق کا طریقہ ہے یعنی ایک وقت میں ایک یا دو بار تک طلاق دی جاسکتی ہے۔احادیث سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت محمود بن لبید ؓ سے مروی ہے کہ آقا و مولیٰ ﷺ کو یہ خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں۔آپ یہ سن کر غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا،''لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیل کرتے ہیں حالانکہ میں تمہارے درمیان ابھی موجود ہوں''۔(نسائی ج۲:۱۸۱)

معلوم ہوا کہ تین طلاق ایک ساتھ دینا گناہ ہے اور اللہ عزوجل اور اسکے رسول ﷺ کو سخت ناپسند ہے۔حضور ﷺ اسی لیے ناراض ہوئے کہ اس شخص نے قرآن و سنت کے خلاف طریقے سے طلاق دے کر گناہ کا ارتکاب کیا۔

ضمناً یہ بات عرض کرنی ضروری ہے کہ کسی کام کا ممنوع ہونا اور چیز ہے اور نافذ ہونا دوسری چیز ہے۔ایک ساتھ تین طلاقیں دینا گناہ ہے لیکن اگر کوئی ایسا کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔حضرت عویمر ؓ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے تین طلاقیں دیں تو آقا و مولیٰ ﷺ نے ان تینوں طلاقوں کو نافذ کر دیا۔(ابوداؤد،ج۱:۳۰۶)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ اپنے فتاوی میں رقمطراز ہیں،''جمہور صحابہ،تابعین اور انکے بعد والے مسلمانوں کے ائمہ کرام کا اس پر اجماع ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں تین ہی ہونگی''۔حضرت عمر ؓ کے دور میں جو تین طلاق ایک ساتھ دیتا،آپ اسے درے مارتے تھے۔(نووی شرح مسلم کتاب الطلاق)

کسی نے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کی خدمت میں سوال کیا، کہ اگر ایک لفظ سے تین طلاقیں یا ایک وقت میں تین طلاقیں دینا (غیر مقلدین

کے بقول) کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں تو حضرت عمر ؓ کہاں سے یہ حکم لائے اور اس پر اجماع کیوں ہوا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا، حضرت عمر ؓ یہ حکم وہاں سے لائے جہاں اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر فاروق ؓ کے متعلق فرمایا ہے،

لعلمه الذین یستنبطونه منکم ۔(القرآن:۴/۸۳)''حکم کو معلوم کرلیں گے وہ لوگ جو استنباط کریں گے تم میں سے''۔(فتاویٰ رضویہ ج۱۲:۴۵۹)

☆☆☆☆

باب ہفت دہم(17)

حضور ﷺ کی نماز اور فقہ حنفی:

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے،''بیشک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے، اسکے لیے کہ اللہ اور آخرت کی اُمید رکھتا ہو''۔(الاحزاب:۲۱،کنزالایمان)

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے،''تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھو''۔(بخاری)

آقا و مولیٰ ﷺ کی احادیثِ مبارکہ سے شریعت اخذ کر کے ہم تک پہنچانے کا فریضہ ائمہ اربعہ نے انجام دیا جن میں امام اعظم ؓ سب سے اول ہیں کیونکہ آپ تابعی ہیں جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا۔آپ نے چھبیس صحابہ کرام کا زمانہ پایا اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے سات صحابہ کرام سے بلا واسطہ احادیث سنی ہیں۔

محدثِ دکن مولانا انوار اللہ شاہ رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ شریف کی طرح فقہ حنفی کے مطابق احادیث جمع کر کے''زجاجۃ المصابیح'' کے نام سے''حنفی مشکوٰۃ'' مرتب کی ہے جس کا اردو ترجمہ فرید بک اسٹال لاہور شائع کر رہا ہے۔حنفی فقہ کے مطابق طریقۂ نماز پر تفصیلی احادیث جاننے کے لیے زجاجۃ المصابیح کا مطالعہ فرمائیے۔فی الوقت،اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند احادیث پیشِ خدمت ہیں:-

1- تکبیر تحریمہ کے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائیں:

☆حضرت مالک بن حویرث ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے یہانتک کہ وہ کانوں کے برابر ہو جاتے۔

(صحیح مسلم ج۱:۱۶۸،نسائی ج۱:۱۰۲،ابن ماجہ:۶۲)

☆حضرت وائل بن حجر ؓ نے فرمایا،میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے تھے۔

(صحیح مسلم ج۱:۱۷۳،مسند امام اعظم:۸۶)

☆اس حدیث کو نسائی،طبرانی،دارقطنی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

(زجاجۃ المصابیح باب صفۃ الصلوٰۃ ج۱:۵۶۹)

☆حضرت عبدالجبار بن وائل ؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ اسقدر بلند کرتے کہ آپ کے ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں کی لو کے مقابل ہو جاتے۔

(نسائی ج۱ص۱۰۲،ابوداؤد ج۱ص۱۰۴،سنن الکبریٰ للبیہقی ج۲ص۲۵)

☆امام حاکم نے حضرت انس ؓ سے اسی طرح روایت کی اور فرمایا،اس حدیث کی سند صحیح ہے اور یہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے اور اسمیں کوئی ضعف نہیں ہے۔

(مستدرک للحاکم ج۱:۲۲۶،سنن دارقطنی ج۱:۳۴۵)

☆حضرت وائل ؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،جب تم نماز ادا کرو تو ہاتھوں کو کانوں کے برابر کرو اور عورتوں کو چاہیے کہ وہ ہاتھوں کو سینے کے برابر کریں۔

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 13/18

(نمازِ حبیب کبریا:۹۷ بحوالہ معجم طبرانی کبیر ج ۲۲:۱۸)

2-نماز میں ہاتھوں کوناف کے نیچے باندھیں:

☆ حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں، سنت یہ ہے کہ نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(ابوداؤد مطبوعہ مصر ج۱:۴۸۰، مسند احمد ج۱:۱۱۰، سنن دار قطنی ج۱:۲۸۶،
......سنن الکبریٰ ج ۲:۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱:۳۹۱، زجاجۃ ج۱:۵۸۴)

☆ حضرت وائل ﷺ فرماتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ اس حدیث کی سند قوی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱:۳۹۰، زجاجۃ المصابیح ج۱:۵۸۴)

☆ حضرت وائل بن حجر ﷺ فرماتے ہیں، میں نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ میں آقا و مولیٰ ﷺ کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ کس طرح نماز ادا فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھایا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھا کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑ لیا اور دائیں ہاتھ کی باقی تین انگلیاں کلائی پر تھیں۔

(سنن نسائی باب فی الامام اذ رائی رجلا، زجاجۃ المصابیح ج ا ص ۵۸۳)

3-امام کے پیچھے قرأت کرنا منع اور ناجائز ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو''۔ (الاعراف:۲۰۴، کنزالایمان از امام احمد رضا محدث بریلوی)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ فرماتے ہیں، ''اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ جب نماز میں قرآن پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے''۔

☆ ''جمہور صحابہ و تابعین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں جو حکم مذکور ہے وہ نماز سے متعلق ہے یعنی مقتدی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے''۔

(تفسیر مدارک التنزیل، زجاجۃ المصابیح باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آقا کریم ﷺ نے فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ امام مسلم نے فرمایا، یہ حدیث صحیح ہے۔

(صحیح مسلم ج۱:۱۷۴)

☆ حضرت ابوموسیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم ﷺ نے نماز سکھائی اور فرمایا، جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (صحیح مسلم ج۱:۱۷۴)

☆ حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا، امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اسکی پیروی کی جائے، تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ [یہ حدیث صحیح ہے۔ زجاجۃ المصابیح ج۱:۶۲۸]

(ابوداؤد ج۱:۸۹، نسائی ج۱:۹۳، ابن ماجہ :۶۳، مسند احمد ج ۲:۳۷۶)

☆ امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق ﷺ (م ۲۲۱ھ) روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (مصنف امام عبدالرزاق ج ۲:۱۳۹)

☆ مشہور کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت ﷺ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت نہ کی جائے (خواہ وہ نماز جہری ہو یا سرّی)۔

(موطا امام مالک باب ماجاء فی قیام رمضان)

☆ حضرت سائب بن یزید ﷺ فرماتے ہیں، ہم لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح ادا کرتے تھے۔ ان دونوں احادیث کی اسناد صحیح ہیں۔

(سنن الکبریٰ ج ۲:۴۹۶، مصنف عبدالرزاق ج ۴:۲۶۱)

☆ حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ نے فرمایا، رسول معظم ﷺ ماہ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعت تراویح اور نماز وتر ادا فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲:۳۹۴، زجاجۃ المصابیح ج ۲:۳۰۷)

☆ حضرت حسن ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ﷺ نے حضرت ابی بن کعب ﷺ کو لوگوں کا امام مقرر کیا اور وہ بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

(سنن ابوداؤد ج۱:۲۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲:۳۹۳)

☆ امام ترمذی فرماتے ہیں، اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو حضرت علی ﷺ، حضرت عمر ﷺ اور رسول کریم ﷺ کے دیگر صحابہ سے مروی ہے۔

(جامع ترمذی ج۱:۱۳۹)

بخاری کی جس روایت کو غیر مقلد آٹھ تراویح کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے گیارہ رکعت ادا کیں، اس سے مراد آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر ہیں۔ ہمارے موقف کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ امام بخاری نے یہ حدیث تہجد کے عنوان کے تحت درج کی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، رمضان اور غیر رمضان میں آپ نے گیارہ رکعت سے زائد ادا نہیں کیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آٹھ رکعت وہ ہیں جو آقا و مولیٰ ﷺ تمام سال ادا فرماتے تھے۔

8- نماز جنازہ میں قرأت جائز نہیں:

نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا کوئی اور سورت بطور قرأت جائز نہیں، اس میں ثناء، درود اور دعائے مغفرت کرنا سنت ہے۔ اگر سورہ فاتحہ بطور حمد و ثناء پڑھے تو حرج نہیں۔

☆ حضرت نافع ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ نماز جنازہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے۔ (موطا امام مالک:۲۱۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳:۲۹۹)

☆ امام ترمذی ﷺ فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے فرمایا ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت نہیں کرنی چاہیے۔ نماز جنازہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا ہے اور پھر میت کے لیے دعا مانگنا ہے۔ (جامع ترمذی ابواب الجنائز ج۱:۱۹۹)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ میں قرآن کریم سے کچھ مقرر نہیں فرمایا۔ (زجاجۃ المصابیح کتاب الجنائز)

☆ حضرت شعبی ﷺ نے فرمایا، میت پر نماز جنازہ پڑھتے وقت پہلی تکبیر کہہ کر ثناء پڑھی جائے، دوسری تکبیر پر آقا و مولیٰ ﷺ پر درود اور تیسری تکبیر پر میت کے لیے دعا پڑھی جائے اور چوتھی تکبیر پر سلام پھیر لیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۳:۲۹۹، مصنف امام عبدالرزاق ج ۳:۴۹۱)

☆☆☆☆

باب ہشت دہم (18)

تقلید کیوں ضروری ہے؟

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 14/18

تقلید کے لغوی معنی ہیں "گردن میں پٹا ڈالنا" اور اصطلاحی معنی ہیں "دلیل جانے بغیر کسی کے قول وفعل کو صحیح سمجھتے ہوئے اسکی پیروی کرنا"۔

انسان زندگی کے ہر شعبے میں کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے۔ پرائمری تعلیم کے حصول سے لے کر کسی بھی پیشہ یا ہنر کے درجۂ کمال کو پہنچنے تک ہر کوئی اپنے اساتذہ یا اس ہنر کے ماہرین کی تقلید کرنے پر مجبور ہے۔

علمِ دین کا معاملہ تو اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ ہر شخص یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ قرآن وحدیث سے خود مسائل اخذ کرے کیونکہ اسکے لیے صرف عربی جاننا کافی نہیں بلکہ فقیہ ومجتہد کی شرائط کا جامع ہونا ضروری ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "جس میں اجتہاد کی شرائط موجود نہ ہوں، اسے از خود کتابُ اللہ اور سنتِ رسول ﷺ سے مسئلہ اخذ کرنا جائز نہیں"۔ (ابواب الجنائز، جامع ترمذی) یہی بات غیر مقلدوں کے پیشوا ابن قیم نے اعلام الموقعین میں تحریر کی ہے۔

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے کہ پتھر لگنے سے ہمارے ایک ساتھی کا سر زخمی ہوگیا۔ رات کو اس پر غسل واجب ہوا تو اس نے اپنے دیگر ساتھیوں سے پوچھا، کیا آپ لوگ مجھے تیمّم کی رخصت دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا، نہیں کیونکہ آپ تو پانی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس نے غسل کیا تو اسکی موت واقع ہوگئی۔

جب ہم آقا ومولیٰ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے یہ واقعہ عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، **قتلوہ قتلھم اللہ الا سالوا اذا لم یعلموا فانما شفاء العی السوال** ۔انہوں نے اسے قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ انہیں قتل کرے۔ جب وہ نہیں جانتے تھے تو پوچھ لیتے۔ بیشک سوال کرنا (لاعلمی کی) بیماری کے لیے شفاء ہے۔ (مشکوۃ باب التیمم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مجتہدین صحابہ سے فتویٰ نہ لینے کی وجہ سے عام صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کے عتاب کے ایسے مرتکب ہوئے کہ آپ نے انکے لیے **قتلھم اللہ** فرمادیا تو ایسے جاہل مولویوں کا کیا حال ہوگا جو سیدنا امام اعظم ؓ اور دیگر ائمہ دین کے ارشادات سے منہ موڑ کر قرآن وحدیث کے من مانی معانی ومطالب بیان کرتے ہیں، خود تو گمراہ ہیں، سادہ لوح سنیوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تقلید بہت ضروری ہے۔

کسی فقیہ کے قول پر شرعی دلیل کے تحت عمل کرنا تقلیدِ شرعی ہے جس کا فرض ہونا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔

ارشاد ہوا، "اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں"۔ (التوبۃ:۱۲۲، کنز الایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر عالم وفقیہ بننا ضروری نہیں لہٰذا غیر مجتہد یا غیر عالم کو مجتہد یا عالم کی تقلید کرنی چاہیے۔

دوسری جگہ فرمایا، **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُو اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ**۔ "اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور انکی جو تم میں سے حکم والے ہوں"۔ (النساء:۵۹)

دارمی باب الاقتدا بالعلماء میں ہے، "**اولی الامر** سے مراد علماء اور فقہاء ہیں"۔

امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "**اولی الامر**" سے مسلمان حاکم یا فقہاء یا دونوں مراد ہیں۔ (احکام القرآن ج۲:۲۵۶)

امام رازی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی اس سے مراد علماء لینا اولیٰ ہے۔ (تفسیر کبیر ج۳:۳۳۴)

اس آیت کے تحت تفسیر جمل میں ہے، یہ آیت شریعت کے چاروں دلائل کی قوی دلیل ہے یعنی کتابُ اللہ، سنتِ رسول ﷺ، اجماع اور قیاس۔

اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا گیا نیز ان علماء وفقہاء کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے کلام کے شارح ہیں، اسی اطاعت کا نام تقلید ہے۔

صحابہ کرام براہِ راست نبی کریم ﷺ سے دین کا علم حاصل کیا کرتے تھے اسلیے انہیں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں تھی۔ آقا ومولیٰ ﷺ کے ظاہری وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین بھی اپنے درمیان موجود زیادہ صاحبِ علم صحابی کی تقلید کیا کرتے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے بارے میں فرماتے تھے، "جب تک یہ عالم تمہارے درمیان موجود ہیں، مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو"۔ (بخاری)

یہی تقلیدِ شخصی ہے جو دورِ صحابہ میں بھی موجود تھی۔ "فقہاء صحابہ کرام" کے عنوان کے تحت پہلے بیان کیا جاچکا کہ دورِ صحابہ میں فقیہ صحابہ اجتہاد کیا کرتے

تھے اور دوسرے لوگ ان کی تقلید بھی کرتے تھے۔

ایک اور ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمایئے،

فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔

"اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو"۔ (الانبیاء:۷)

صدرُ الافاضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "کیونکہ ناواقف کو اس سے چارہ ہی نہیں کہ واقف سے دریافت کرے اور مرضِ جہل کا علاج یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اسکے حکم پر عامل ہو۔ اس آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوتا ہے"۔ (خزائن العرفان)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سرکارِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا، بیشک ایک شخص نماز پڑھے گا، روزے رکھے گا، حج اور جہاد بھی کرے گا لیکن وہ منافق ہوگا۔ صحابہ کرام نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ! وہ کس وجہ سے منافق ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا، "وہ اپنے امام پر طعنہ زنی کی وجہ سے منافق ہوگا۔ عرض کی، امام کون ہے؟ فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، فاسئلوا اھل الذکر......الخ۔ (تفسیر دُرِ منثور)

اس حدیث مبارکہ سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو امام اعظم ابوحنیفہ ؓ ودیگر ائمہ دین پر طعنہ زنی کرتے ہیں اور خود نفسِ امارہ اور شیطان ملعون کے مقلد بنے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ رب تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق ہیں،

"بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا، اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا، اور اسکے کان اور دل پر مہر لگادی اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈالا، تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے، تو کیا تم دھیان نہیں کرتے"۔ (الجاثیۃ:۲۳)

آخر میں یہ سمجھ لیجیے کہ تقلید کن مسائل میں جائز ہے؟ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، "آیت کریمہ میں جس تقلید کی مذمت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ عقائد اور اصولِ دین کو دلائل کے بغیر محض کسی کے کہنے پر مان لیا جائے کیونکہ تقلید صرف فروعی مسائل اور عملیات میں ہے، اصولِ دین اور اعتقادی مسائل میں تقلید جائز نہیں بلکہ ان میں نظر واستدلال ضروری ہے"۔ (تفسیر روح البیان: سورہ ھود:۱۰۹)

چار مذاہب کیسے بنے؟

امام ابن حجر شافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب الخیرات الحسان کے دوسرے مقدمہ میں لکھتے ہیں، تمام ائمہ مجتہدین وعلماءِ عاملین کے بارے میں یہ اعتقاد رکھو کہ وہ سب ہدایت اور رضائے الٰہی پر ہیں اور ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ وہ سب تمام حالات میں ماجور ہیں۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا، جب تمہارے پاس اللہ کی کتاب آئے تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور اسے چھوڑنے میں کوئی عذر قابلِ قبول نہیں۔ اگر کوئی مسئلہ کتابُ اللہ میں نہ ملے تو میری سنت پکڑ لو ورنہ میرے صحابہ کا فرمان راہنما بنالو کیونکہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تم جس کا دامن تھام لوگے ہدایت پاؤ گے۔ میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لیے باعثِ رحمت ہے۔

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ میرے بعد مذاہب میں فروعی اختلافات ہونگے اور یہ اختلافات صحابہ ہی کے زمانے سے ہونگے اور یہ زمانہ رشد وہدایت کا زمانہ تھا جس کے خیر القرون ہونے کی گواہی دی گئی۔ تو جب صحابہ میں فروعی اختلاف ہوگا تو انکے بعد والوں میں اختلاف کا ہونا لازمی ہے کیونکہ ہر وہ صحابی جو فقہ وروایت میں مشہور ہے، اس کا قول ایک جماعت نے قبول کیا۔ ان تمام چیزوں کے باوجود حضور ﷺ نے نہ صرف اس فروعی اختلاف پر رضامندی کا اظہار کیا بلکہ اس اختلاف کو امت کے لیے رحمت کا باعث قرار دیا۔ اور امت کو اختیار دیا کہ صحابہ میں سے جس کے قول پر چاہیں عمل کریں۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کے بعد مجتہدینِ امت میں سے کسی ایک کے قول کو اختیار کر لینا جائز رہا کیونکہ یہ حضرات صحابہ ہی کے نقشِ قدم پر ہیں۔

اس بارے میں ایک دلیل صحابہ کرام کا بدر کے قیدیوں کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت ابوبکر ؓ اور انکے ساتھیوں نے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا مشورہ دیا جبکہ حضرت عمر ؓ نے قیدیوں کو قتل کرنے کی رائے دی۔ رسول کریم ﷺ نے پہلے قول پر فیصلہ دیا۔ جب فدیہ لیا گیا تو سورۃ الانفال کی

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 15/18

آیت ۶۷ نازل ہوئی اور قرآن نے دوسری رائے کو پسند کرتے ہوئے اسے افضل قرار دیا۔ اگرچہ دونوں آراء صحیح تھیں کیونکہ اگر پہلی رائے غلط ہوتی تو حضورﷺ اسکے مطابق فیصلہ نہ فرماتے، البتہ بہتر و افضل دوسری رائے کو قرار دیا گیا۔ (۲۸ تا ۳۱، ملخصاً)

مولانا سید نعیم الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، سیدِ عالمﷺ کا اس دینی معاملہ میں صحابہ کی رائے دریافت فرمانا مشروعیتِ اجتہاد کی دلیل ہے۔ (خزائن العرفان)

تابعین و تبع تابعین کے دور میں سینکڑوں مجتہدین اور انکے مذاہب وجود میں آئے مگر آخر کار مذاہبِ اربعہ کے سوا سب معدوم ہو گئے۔ یہ بارگاہِ الٰہی میں ان چاروں مذاہب کے مقبول ہونے کی دلیل ہے۔

اگر ایک اور زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں رفع یدین کرنا آقا و مولیٰﷺ کی ایک ادا ہے اور اسکے منسوخ ہو جانے کے بعد، رفع یدین نہ کرنا بھی حضورﷺ ہی کی ایک ادا ہے۔ تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ رب تعالیٰ کو اپنے محبوب رسولﷺ کی تمام ادائیں پسند تھیں اسی لیے اس نے مذاہبِ اربعہ کی صورت میں اپنے محبوب کی تمام اداؤں کو محفوظ فرما دیا ہے۔

ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کیوں:

حنفی مذہب، مالکی مذہب، شافعی مذہب اور حنبلی مذہب چاروں حق ہیں اور چاروں اہلسنت و جماعت ہیں۔ ان کے عقائد یکساں ہیں البتہ صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے۔ ان چاروں میں سے جس کی بھی کی تقلید کی جائے صحیح ہے کیونکہ اگر مجتہد سے اپنے اجتہاد میں خطا ہو جائے پھر بھی وہ گناہگار نہیں بلکہ اس اجتہاد میں اسکی تقلید بھی صحیح ہوگی۔

''علامہ کردری رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ دو مجتہد جو دو مختلف قول کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہے جیسے دو رسول دو مختلف شریعتیں لے کر آئے، وہ دونوں صحیح اور حق ہیں''۔ (الخیرات الحسان: ۳۷)

تبع تابعین اور انکے بعد فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت مذکورہ چار مذاہب میں منحصر ہو گیا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں، ''اہلسنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان مذاہبِ اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۶: ۷۰۵)

تفسیر صاوی میں ہے کہ ''ان چاروں مذاہب کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ بظاہر صحابہ کرام کے قول اور حدیثِ صحیح اور کسی آیت کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ خود گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے، بسا اوقات یہ کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ قرآن و حدیث کے ظاہری معنی مراد لینا اور انکی حقیقت کو نہ سمجھنا کفر کی جڑ ہے''۔ (سورۃ الکھف، زیرِ آیت ۲۴)

جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ان چار مذاہب کے سوا کسی اور کی تقلید جائز نہیں۔ اسی لیے تمام اکابر محدثین بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، دارمی، طحاوی وغیرہ رحمہم اللہ کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں۔ امام بخاری، امام ابوداؤد اور امام نسائی کا مقلد ہونا تو خود غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن بھوپالی نے ''الحطہ'' میں بیان کیا ہے۔ جب ایسے جلیل القدر محدثین، ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں تو پھر چند کتابیں پڑھے ہوئے اگر خود کو تقلید سے بے نیاز سمجھیں تو کیا یہ گمراہی نہیں ہے؟

غیر مقلدوں کے پیشوا مولوی محمد حسین بٹالوی نے ''اشاعت السنۃ'' میں اس حقیقت کا اعتراف یوں کیا، ''پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق (ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں) اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر کو اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں''۔ (شیشے کے گھر: ۲۶)

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جو شخص بھی امامِ اعظم کی تقلید نہیں کرتا وہ بہرحال کسی نہ کسی ''مولوی صاحب'' کی تقلید ضرور کرتا ہے۔ تو کیا یہ بہتر نہیں کہ موجودہ پُرفتن دور کے کسی مفاد پرست مولوی صاحب کی تقلید کرنے کی بجائے اُس جلیل القدر امام اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید کی جائے جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مبارک زمانہ میں آنکھ کھولی اور ان کی زیارت کی، اور جس کی عظمت پر اکابر ائمہ دین و محدثین کرام متفق ہیں۔

غیر مقلد عالم مولوی وحید الزماں صاحب نے اپنے ہم مسلک لوگوں سے یہی تلخ سوال کیا تھا جسکا جواب اب تک انکے ذمہ ہے، ''ہمارے اہلحدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی اور شاہ ولی اللہ اور مولوی اسماعیل کو دین کا ٹھیکیدار بنا رکھا ہے.......... بھائیو! ذرا غور کرو اور انصاف کرو، جب تم نے ابوحنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ یا ابن قیم اور شوکانی، جو ان سے بہت متاخر ہیں، انکی تقلید کی کیا ضرورت؟''۔ (حیات وحید الزماں: ۱۰۲)

اکثر غیر مقلد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ پر بڑا اعتماد کرتے ہیں اور انہیں اپنا پیشوا بھی گردانتے ہیں حالانکہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حنفی مقلد ہیں اور فرماتے ہیں، ''صحابہ کرام سے مذاہبِ اربعہ کے ظہور تک لوگ بغیر انکار کیے کسی نہ کسی عالم کی ہمیشہ تقلید کرتے رہے، اگر یہ باطل ہوتا تو علماء ضرور انہیں منع کرتے''۔ ان کی معروف کتاب ''عقد الجید'' سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے ۔ شاید کہ کسی دل میں اتر جائے یہی بات

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ قمطراز ہیں، ''جاننا چاہیے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے روگردانی میں بہت بڑا فساد اور نقصان ہے۔ ہم اس کو چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں:-

اول یہ کہ امت نے اجماع کر لیا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف پر اعتماد کیا جائے۔ تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اور اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے سے پہلوں پر اعتماد کیا۔ اس کی اچھائی پر عقل دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت نقل اور استنباط کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ نقل صرف اسی صورت میں صحیح ہوگی جبکہ ہر طبقہ اپنے سے پہلے والوں سے متصلاً شریعت حاصل کرے اور استنباط کے لیے یہ ضروری ہے کہ متقدمین کے مذاہب کو جانا جائے تاکہ انکے اقوال سے باہر نہ جائیں کہ کہیں اجماع کے خلاف نہ ہو جائے اور تاکہ انکے اقوال کو بنیاد بنایا جائے اور اگلوں سے اس میں مدد لی جائے۔ کیونکہ تمام صنعتوں مثلاً سنار و لوہار کا کام، طب، شاعری، تجارت اور رنگ ریزی وغیرہ میں مہارت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ متعلقہ فن کے ماہرین کے ساتھ کام کیا جائے۔

جب یہ متعین ہو گیا کہ شریعت کی معرفت میں سلف کے اقوال ہی پر اعتماد ضروری ہے تو یہ بھی لازم ہوا کہ انکے وہ اقوال جن پر اعتماد ہو، صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہوں یا مشہور کتابوں میں مدون ہوں، اور یہ کہ منقح ہوں کہ ان محتملات میں راجح، مرجوح سے ظاہر ہو، اور عام کی تخصیص مذکور ہو، متضاد اقوال میں تطبیق ہو، احکام کی علتیں بیان کی گئی ہوں، ورنہ ان پر اعتماد صحیح نہیں۔ اور اس پچھلے زمانے میں ان چار مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے سوا کوئی مذہب ان صفات کے ساتھ موصوف نہیں''۔

اس اقتباس سے معلوم ہو گیا کہ شریعت کی معرفت، نقل اور استنباط پر موقوف ہے اور ان دونوں کے لیے اسلاف کے اقوال جاننا ضروری ہے نیز اسلاف میں سے صرف ائمہ اربعہ کے اقوال صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں لہٰذا انہی میں سے کسی امام کی تقلید ضروری ہے۔

مجددِ دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فاضلِ جلیل علامہ سید احمد مصری طحطاوی رحمہ اللہ حاشیۂ دُرِ مختار میں لکھتے ہیں،

''جو شخص جمہور اہلِ علم و فقہ اور سوادِ اعظم سے جدا ہو جائے تو وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا، جو اسے دوزخ میں لے جائے گی۔ اے مسلمانو! تم پر فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اسکا حافظ و کارساز رہنا اہلسنت کی موافقت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے، اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی و جہنمی ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ مطبوعہ لاہور ج۶: ۶۷۰)

ایک ہی امام کی تقلید کیوں؟

ممکن ہے کہ بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو کہ صرف ایک ہی امام کی تقلید کیوں کی جائے؟ اگر بعض مسائل میں ایک امام کی تقلید کی جائے اور بعض میں دوسروں کی تو کیا حرج ہے؟ اسکے جواب میں چند باتیں پیشِ خدمت ہیں۔

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 16/18

سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو کوئی جس امام کا مقلد ہو، وہ تمام امور میں اسی کی تقلید کرے۔ لہٰذا بعض مسائل میں ایک امام کی اور بعض میں دوسروں کی تقلید کرنا اجماعِ امت کے خلاف ہے اور گناہ ہے۔

دوسرا حرج یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ایک امام کی تقلید چھوڑ کر دوسرے امام کی تقلید کرنا کس بناء پر ہوگا؟ یا تو اسکی بنیاد دلیل کے قوی وضعیف ہونے پر ہوگی، اس صورت میں تقلید کا وجود نہ رہے گا کیونکہ تقلید تو دلیل جانے بغیر امام کا قول تسلیم کرنا ہے۔ ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ دلیل کے قوی یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کون کرے گا؟ کیا وہ جو طہارت کے مسائل سے بھی کماحقہٗ آگاہ نہ ہو؟؟؟

صرف فقیہ کی تعریف سمجھ لیجیے تاکہ ائمہ مجتہدین کی عظمت سمجھ میں آسکے۔

''فقیہ وہ ہوتا ہے جو تمام احکامِ شرعیہ فرعیہ کے استنباطِ صحیح کا ماہر ہو اور استنباطِ صحیح اور اجتہاد کی شرائط کا حامل ہو''۔ اب اجتہاد کی شرائط بھی جان لیجیے۔

''قرآن اور سنت کے لغوی اور شرعی معانی پر دسترس ہو، اصولِ فقہ کے تمام ضوابط یعنی خاص، عام، امر، نہی، مشترک، مأول، ظاہر، خفی، نص، مفسر، محکم، مشکل، مجمل، متشابہ، حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ، عبارۃ النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص وغیرہ کو جانتا ہو، اور ان تمام طریقوں کا علم اسے قرآن کی طرح سنت میں بھی حاصل ہو، نیز وہ قیاس کے تمام طریقے اور ان کی شرائط کو جانتا ہو''۔ (المنار و نور الانوار)

ایک امام کو چھوڑ کر کبھی دوسرے امام کی تقلید کرنے کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اپنی آسانی کو دیکھتے ہوئے کچھ مسائل میں ایک امام کی تقلید کرلی اور پھر جن مسائل میں آسانی دوسرے امام کے قول میں دیکھی تو انہیں پسند کرلیا اور انکی تقلید کرنے لگے۔ یہ شریعت کی پیروی نہیں بلکہ ہوائے نفس کی پیروی ہے۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی مذمت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

اَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ۔ ''کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنالیا''۔ (الفرقان: ۴۳، کنزالایمان)

بعض مسائل میں ایک امام کی اور بعض میں دوسرے امام کی پیروی کرنے میں ایک حرج یہ بھی ہے کہ یہ نصِ قرآنی کے خلاف ہے۔ قرآن کریم یہ حکم دیتا ہے کہ ایک راستے پر چلو اور کئی راستوں پر نہ چلو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے، لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۔ ''چند راہیں نہ چلو کہ تمہیں اس کی راہ سے جدا کردیں گی، یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں تمہیں پرہیزگاری ملے''۔ (الانعام: ۱۵۳)

آخر میں غیر مقلدوں کے متعلق صدرُ الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی قادری رحمہ اللہ کا فتویٰ ملاحظہ کیجیے۔ وہ فرماتے ہیں،

''تمام مسلمانوں سے الگ غیر مقلدوں نے ایک راہ نکالی کہ تقلید کو حرام و بدعت کہتے اور ائمہ دین کو سبّ و شتم سے یاد کرتے ہیں مگر حقیقت میں تقلید سے خالی نہیں۔ ائمہ دین کی تقلید تو نہیں کرتے مگر شیطان لعین کے ضرور مقلد ہیں۔ یہ لوگ قیاس کے منکر ہیں اور قیاس کا مطلقاً انکار کفر ہے۔ یہ تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کا مطلقاً انکار کفر ہے۔ مطلق تقلید فرض ہے اور تقلیدِ شخصی واجب ہے''۔ (بہارِ شریعت حصہ اول: ۵۱)

امامِ اعظم کا ادب:

سیدنا امامِ اعظم کا ادب نزولِ برکات کا ذریعہ اور اُن کی بے ادبی دونوں جہان میں نقصان اور بُرے خاتمے کا باعث ہے۔ مشہور غیر مقلد مولوی محمد ابراھیم میر سیالکوٹی کی وارداتِ قلبی کا حال انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتے ہیں،

''ہرچند کہ میں گناہگار ہوں لیکن یہ ایمان رکھتا ہوں اور اپنے صالح اساتذہ جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب مرحوم سیالکوٹی اور جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیرآبادی کی صحبت و تلقین سے یہ بات یقین کے رتبے تک پہنچ چکی ہے کہ بزرگانِ دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے حسنِ عقیدت نزولِ برکات کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضلِ عمیم سے کوئی فیض اس ذرۂ بے مقدار پر نازل کردیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے کتب متعلقہ المباری سے نکالیں اور حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا، یکا یک میرے سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا، گویا ''ظلمت بعضها فوق بعض'' کا نظارہ ہو

گیا۔

معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالا کہ ''یہ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کرو''۔ میں نے کلماتِ استغفار دہرانے شروع کیے تو وہ اندھیرے فوراً کافور ہوگئے اور ان کی بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کردیا۔ اس وقت سے میری حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں (یعنی غیر مقلدوں) سے جن کو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت نہیں، کہا کرتا ہوں کہ ''میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ منکرینِ معارجِ قدسیہ آنحضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے،

افتمارونهٗ علی ما یریٰ ۔ ''میں نے جو کچھ عالمِ بیداری اور ہوشیاری میں دیکھ لیا، اس میں مجھ سے جھگڑا کرنا بے سُود ہے۔ ھٰذا واللہ ولی الہدایۃ۔

اب میں اس مضمون کو ان کلمات پر ختم کرتا ہوں اور اپنے (غیر مقلد) ناظرین سے امید رکھتا ہوں کہ وہ بزرگانِ دین سے خصوصاً ائمہ متبوعین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حسنِ ظن رکھیں اور گستاخی اور شوخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں کیونکہ اس کا نتیجہ ہر دو جہان میں موجبِ خسران و نقصان ہے۔......الخ

از خدا خواہیم توفیق ادب — بے ادب محروم شد از لطف رب

(تاریخ اہل حدیث: صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲)

اس کتاب میں وہ اپنے استاد محدث عبدالمنان وزیرآبادی کے تذکرے میں جنہیں مشہور غیر مقلد مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ''اس دور کا امام بخاری'' قرار دیا تھا، لکھتے ہیں، ''آپ ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا''۔ (ایضاً: ۴۳۷)

ان اقتباسات سے چار باتیں ثابت ہوئیں:-

۱۔ بزرگانِ دین خصوصاً ائمہ اربعہ سے حسنِ عقیدت برکتوں کے نزول کا ذریعہ ہے،

۲۔ ان بزرگوں کے متعلق برا خیال لانا یا ان کی گستاخی کرنا دونوں جہانوں میں نقصان اور ہلاکت کا باعث ہے،

۳۔ چونکہ غیر مقلد ائمہ دین کے گستاخ اور بے ادب ہیں اس لیے وہ گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کریں،

۴۔ امام اعظم ابوحنیفہ کے بے ادب کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو لوگ حبیبِ کبریا، سید الانبیاء، سید عالم ﷺ کے ذاتِ والا صفات کے ساتھ حسنِ عقیدت نہیں رکھ سکتے اور انکی بارگاہ میں بے ادبی و گستاخی کے جملے کہنے سے باز نہیں رہ سکتے وہ ائمہ دین اور اولیاء کرام کا کیا ادب کریں گے؟ نیز جب بزرگانِ دین کی بے ادبی دونوں جہان میں نقصان و ہلاکت کا باعث ہے تو پھر سرکارِ دو عالم نورِ مجسم ﷺ کی بے ادبی کس قدر ہلاکت و عذاب کا باعث ہوگی!!!

حدیثِ قدسی ہے کہ رب تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے، من عادیٰ لی ولیا فقد اذنته بالحرب ۔ جس نے میرے ولی سے عداوت کی یا اسے ایذا دی، میرا اسکے خلاف اعلانِ جنگ ہے''۔ (بخاری)

اس حدیث کے تحت امام ابن حجر رحمہ اللہ قمطراز ہیں، ''جو بھی ائمہ دین میں سے کسی کی توہین کرے گا وہ راندۂ بارگاہِ ایزدی ہوگا اور غضبِ الٰہی کا مستحق بنے گا کیونکہ ایسے شخص نے اللہ تعالیٰ سے جنگ مول لی ہے اور جو اللہ سے جنگ کرے گا وہ ابدی ہلاکت میں پڑے گا''۔ مزید فرمایا، ''جس میں تھوڑی سی بھی عقل ہے وہ ضرور خاصانِ خدا کی شان میں توہین و تنقیص کے شائبہ سے بھی اجتناب و احتراز کرے گا اور دیندار انسان کا تو کہنا ہی کیا؟ ایک عقلمند اُن کی ایذا رسانی سے دور اور بہت دور رہے گا کیونکہ جس سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے وفات یافتہ لوگوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے''۔ (الخیرات الحسان: ۶۱، ۶۲)

ابن ابی داؤد رحمہ اللہ کا قول ہے، ''امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بدگوئی وہی کرے گا جو یا تو اُن کے علم سے جاہل ہوگا یا پھر حاسد''۔ (تبییض الصحیفہ: ۳۰)

اس زمانے میں حاسدوں نے دور دراز کے شہروں کے محدثین کرام تک سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بے سروپا من گھڑت باتیں پہنچادیں تھیں تاکہ وہ

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 17/18

آپ سے متنفر ہو جائیں ۔لیکن جب ان محدثین کی امام اعظم یا انکے کسی شاگرد سے ملاقات ہو جاتی تو حاسدوں کی سازش دم توڑ جاتی ۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے دریافت کیا، یہ بدعتی کون ہے جو کوفہ میں نکلا ہے جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے؟ اس پر آپ نے اُنہیں امام اعظم کے کچھ مشکل مسائل دکھائے۔ جب امام اوزاعی رحمہ اللہ نے ان مسائل کو نعمان بن ثابت کی طرف منسوب دیکھا تو پوچھا، یہ عالم کون ہیں؟ جواب دیا، یہ ایک شیخ ہیں جن سے میری عراق میں ملاقات ہوئی ۔امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ تو جلیل القدر عالم ہیں، تم جاؤ اور ان سے مزید علم حاصل کرو۔ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کہا،'' یہ وہی امام ابوحنیفہ ہیں جن سے آپ نے منع کیا تھا''۔ وہ حیران رہ گئے ۔

جب امام اوزاعی ﷺ کی ملاقات امام اعظم ﷺ سے مکہ میں ہوئی تو انہی مسائل میں آپ سے بحث کی ۔امام اعظم ﷺ نے اس مسائل کی ایسی تشریح فرمائی کہ ملاقات کے اختتام پر امام اوزاعی نے فرمایا،'' میں اس شخص کے علم کی کثرت اور عقل کی وسعت پر رشک کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں کیونکہ میں غلطی پر تھا۔ تم ان کی صحبت اختیار کرو کیونکہ وہ ان صفات سے مختلف ہیں جو مجھ سے (حاسدوں نے) بیان کی تھیں''۔ (الخیرات الحسان:۱۰۸)

امام ابن حجر شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ خواب میں سنا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں ابوحنیفہ کے علم کے پاس ہوں یعنی اس کی حفاظت اور قبول کرنا، راضی ہونا اور برکت نازل کرنا ان پر اور انکے شاگردوں میں میرے ذمہ ہے۔ (ایضاً:۱۷)

امام اعظم ابوحنیفہ ﷺ کی شان وعظمت اپنی کتاب میں تفصیلاً لکھنے کے بعد امام ابن حجر یوں تنبیہ کرتے ہیں،'' ڈریے! کہیں آپ کا قدم بھی لغزش کھانے والوں میں اور آپ کی سمجھ بھی گمراہ ہونے والوں کے ساتھ گمراہ نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح آپ خاسرین یعنی نقصان پانے والوں میں ہو جائیں گے اور آپ کا ذکر بھی ان کے ساتھ ہوگا جن کو رسوائی اور فضیحت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور آپ ایسی چیز (عذاب) کے اٹھانے والے ہونگے کہ جس کا بوجھ اور تکلیف آپ برداشت نہیں کر سکیں گے اور آپ ایسے تاریک چٹیل میدان میں پھنس جائیں گے جس کے خطرات سے نجات مشکل ہے تو جس قدر ہو سکے سلامتی کی جانب سبقت کیجیے''۔

پھر فرماتے ہیں،'' بہت سے بری صفات والے لوگ جو اس امام اعظم اور بڑے عالم کے مرتبہ کو پہنچنے سے عاجز ہوئے وہ انکے اہلِ زمانہ یا انکے بعد والوں کے دلوں کو انکی محبت، تقلید، اتباع، اعتقاد، عظمت اور امامت سے ہٹانے میں ناکام رہے۔ امام اعظم پر انکی تنقید اور انگشت نمائی کسی بھی مسلک کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے اور اس کی وجہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ آپ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا، کسی کی تدبیر سے آپ کو یہ رفعت نہ ملی۔ اور جس کو خدا بلندی عطا فرمائے اور اپنے وسیع خزانوں سے عطا کرے تو اسے کوئی پست نہیں کر سکتا اور نہ روک سکتا ہے۔ رب کریم ہمیں ائمہ کے حقوق ادا کرنے والوں میں بنائے اور ان لوگوں میں نہ بنائے جو قطع تعلق اور عاق ہو کر اپنی عزت کو گدلا کرتے ہیں''۔ (الخیرات الحسان:۲۶۶، ۲۶۷)

ایک مجلس میں ابن ابی عائشہ رحمہ اللہ نے امام اعظم ﷺ کی ایک حدیث بیان کر کے کہا، تم لوگ اگر امام اعظم کو دیکھ لیتے تو ضرور ان سے محبت کرنے لگتے ۔پس تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسا کہ یہ شعر کہا گیا ہے، (ترجمہ)

'' لوگو! تمہارا برا ہو، تمہارے باپ مر جائیں، ان پر ملامت کی زبان کو روک لو ورنہ وہ مقام پُر کرو جسے انہوں نے پُر کیا تھا یعنی ویسے بن کر دکھاؤ''۔ (تبییض:۲۷)

علامہ موفق بن احمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

هـذا مذهب النعمان خير المذاهب　　كذ القمر الوضاح خير الكواكب

تـفـقـه فـی خـيـر الـقـرون مع التقیٰ　　فـمـذهـبهٗ لا شـک خير المذاهب

'' یہ نعمان بن ثابت کا مذہب بہترین مذہب ہے جس طرح چاند خوب روشن ہے اور ستاروں سے بہتر ہے۔ یہ فقہ خیرُ القرون میں تقوے کے ساتھ مرتب ہوا، تو ان کا مذہب بلاشبہ بہترین مذہب ہے''۔ (مناقب للموفق:۳۹۳)

محو یہ رحمہ اللہ نے جو ابدال میں سے تھے، فرمایا، میں نے امام محمد کو بعد وصال خواب میں دیکھا تو پوچھا، کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا،'' مجھے بخش دیا اور فرمایا، اگر تمہیں عذاب دینا ہوتا تو تمہیں علم کا خزانہ نہ دیتا''۔ میں نے کہا، ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا،'' مجھ سے اوپر کے درجہ میں ہیں''۔ میں نے پوچھا،

اور امام ابوحنیفہ؟ فرمایا،'' وہ ابو یوسف سے بہت سے طبقے اوپر یعنی اعلیٰ علیین میں ہیں''۔ (تاریخ بغداد ج۲:۱۸۲)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی دعا پر ہم اپنی کتاب کا اختتام کرتے ہیں،'' اے اللہ! ہمارا حشر اُن کے ساتھ فرما کیونکہ ہمیں اُن سے محبت ہے۔ اور جس کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہمیں اُن کے حلقے میں داخل فرما، اور ہمیں اُن کا خادم بنا، اور ہم پر انکے بہترین حالات اور ظاہری کثیر کرامات واضح فرما تا کہ ہم انکے پیروکاروں میں سے ہو جائیں، بیشک تو سخی، کریم، مہربان اور رحم کرنے والا ہے''۔

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّکَ وَالْعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِیْ حُبَّکَ

'' اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت اور تیرے محبوب بندوں کی محبت مانگتا ہوں اور ایسے عمل کی محبت مانگتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے''۔ (ترمذی)

آمِيْن بِجَاهِ النَّبِیِّ الْکَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْم

☆☆☆☆

Copyright © 2010 http://www.ahlesunnat.net All Rights Reserved. 18/18